بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فضل اللہ المجاہدین علی القاعدین درجۃ

مجاہد بخارا

کی

آپ بیتی

از قلم

مولوی ظہور حسین صاحب مولوی فاضل مجاہد بخارا

اسمیں

مولوی صاحب موصوف نے تمام وہ پُر درد اور الم ناک حالات تحریر فرمائے ہیں جو روس کے علاقہ میں انہیں پیش آئے اور یہ حالات یقیناً ایسے ہیں کہ انکو پڑھتے ہوئے پتھر سے پتھر دل انسان بھی بے اختیار اپنی آنکھیں پُرنم کریگا

جسے

مہتمم بک ڈپو المجتبیٰ قادیان نے شائع کیا

[illegible] پریس قادیان میں باہتمام [illegible] چھپا

ایک اہم نوٹ

معزز قارئین! اگرآپ اس کتاب کے موضوع سے متعلق مزید معلومات حاصل کرناچاہتے ہوں یا جماعت احمدیہ مسلمہ سے متعلق مزید معلومات وراہنمائی حاصل کرناچاہتے ہوں تومندرجہ ذیل ویب سائٹس پرموجودکتب ورسائل اور مضامین کامطالعہ آپ کے لئے بے حد مفید ثابت ہوگا۔

جماعت احمدیہ مسلمہ کی مرکزی ویب سائٹ

https://www.alislam.org

دیگراہم جماعتی ویب سائٹس

www.askahmadiyyat.org

whyahmadi.org

www.proceedings1974.org

www.muwazna.org

voiceofislam.ca

احمدی احباب کی طرف سے بنائی گئیں اہم انفرادی ویب سائٹس

ahmadianswers.com

real-islam.org

ehtisaab.blogspot.com

deathofjesus.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں نے مولوی ظہور حسین صاحب کے حالات سفر تبلیغ مقبوضات روس کے چند صفحات پڑھے ہیں۔ انکا مطالعہ کرنیکے بعد میں پہلے اللہ کی تعریف کرتا ہوں کہ اس نے مسیح موعودؑ کی جماعت میں مولوی صاحب ایسے جانباز مجاہد دئے ہیں۔ پھر میں مولوی صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے تکالیف جھیل کر۔ جان پر کھیل کر حق پہنچانے کی توفیق دی۔

اس سفر میں مبلغین سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے کچھ اسباق ہیں وہ یہ کہ:۔

۔ وہ اطاعت امام کا ثواب حاصل کرنیکے لئے ایمان کی روشنی کے ساتھ تاریک خطرناک راستوں پر چل کھڑے ہوں اور یقین رکھیں کہ آخرش وہ کامیاب ہوں گے۔

شیطان اگر راستہ میں انکو لالچ دیکر گمراہ کرنا چاہے تو استقامت دکھائیں۔

قید ہو جائیں تو مذہب کی پابندی۔ دعاؤں پر زور اور عبادت الٰہی کو اپنا شعار بنائیں۔

۔۔۔ سر و تکور و حانیت بھرے کلام اور عملی نمونہ سے رام کریں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے مولوی صاحب کے ذریعہ ترک و افاغنہ۔ تاتاری۔ رومیوں اور روسیوں کو قید میں اللہ تعالےٰ کے مسیح کا پیغام پہنچوایا۔ اور جس طرح بولشویک روسیہ میں حاکم و محکوم کو حق پہنچیگا۔ یہ انسانی ہاتھ کا کام نہیں۔

بالآخر احمدی جماعت کو مبارک ہو کہ روس و بخارا میں حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کی اشاعت کا آغاز ہوا اور انکے ایک نوجوان مبلغ نے اس کام کو شروع کیا۔ میں سفارش کرونگا کہ ہمارے دوست اس رسالہ کو بکثرت خرید کر غیر احمدی مسلمانوں میں شائع کریں اور اس نمونہ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں اور اللہ سے یہ بھی دعا کریں کہ بولشویک ظالموں کو جو ہندوستان کے سرسبز علاقوں پر آنکھ رکھتے ہیں اس پُرامن ملک سے دور رکھے اور ہدایت کے نور سے انکے تاریک دلوں کو منور کرے۔

بد قسمت لوگ! یہ نہیں جانتے کہ خدا کیلئے جو کچھ کیا جا سکتا ہے وہ کسی حکومت کیلئے نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارا اجر الگ ہے۔ حکومت کے پاس نہیں بلکہ ہمارے خدا کے پاس ہے۔ اُس ظہور حسین نے تکالیف اٹھائیں۔ اسکے لئے یہ عبد اللطیفؓ اور نعمت اللہؓ اور دوسرے جانیں دیں۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ [illegible] الْعٰلَمِیْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

۱۴۔ جولائی ۱۹۲۴ء کو یہ عاجز اور مولوی محمد امین صاحب مجاہد، بروز ہفتہ دار الامان سے بحکم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی
بعزم بخارا روانہ ہوئے۔ اس سفر میں ہمارے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابی جناب شہزادہ عبد المجید
صاحب بھی تھے جنہوں نے برائے تبلیغ ایران کے دار الخلافہ طہران جانا تھا۔ ہم تینوں کوئٹہ سے بمقام دُزداب جہاں
ایران کی حد شروع ہوتی ہے ریل کے ذریعہ پہنچے۔ دُزداب سے مشہد تک جو چھ سو میل کا جنگل ہے جس کو
ہمنے پینتالیس یوم میں طے کیا اور وہ بھی کچھ پیادہ پا چل کر اور کچھ اونٹ اور گدھے پر سوار ہو کر۔ اور کچھ باربرداری
کے اُس گڈّے پر جو مشہد اور دُزداب کے درمیان مال لانے اور لیجانے کیلئے آتا جاتا رہتا ہے۔ یہ چھ سو میل کا
صحرائی علاقہ جہاں ریل نہیں جاتی بہت خشک اور جنگل ہے۔ جہاں راستہ میں بیسیوں میل تک پانی نہیں
ملتا۔ اور اگر کہیں ملتا بھی ہے تو گدلا اور کھاری۔ اس علاقہ سے گذرتے ہوئے ہمنے کئی جگہ اونٹ اور گدھے
مرے ہوئے دیکھے جو تشنگی کے باعث زندہ نہ رہ سکے۔ یہاں یہ ذکر بھی خالی از ضرورت نہ ہوگا کہ ایک بار ایک
منزل سے چھپن میل تک پانی نہ تھا ہمنے سواری کیلئے گدھے کئے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ مشک میں پانی
بھی تھا۔ یہ منزل دو دن میں طے کرنی تھی۔ مگر راستہ میں جاکر معلوم ہوا کہ یہ پانی کی مشک جلد ختم ہو جائیگی اور
منزل مقصود تک پہنچنے میں دیر لگیگی۔ اسلئے مکرمی محمد امین خان صاحب ایک اچھے گدھے پر سوار ہو کر ہم سے
پہلے ایک اور قافلہ کے ساتھ روانہ ہوگئے میں اور شہزادہ صاحب ان کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ راہ میں شدتِ پیاس
سے ہم دونوں گدھوں سے اتر پڑے اور پیدل چلنے لگے۔ کیونکہ گدھے بھی کافی مسافت طے کرنے اور پانی نہ پینے
کے باعث چلنے کے قابل نہ رہے تھے۔ ہمنے کچھ راستہ پیدل ہی طے کیا۔ آخر میرے رفیق مکرمی شہزادہ صاحب
پیاس کو برداشت نہ کر سکے اور وہیں راہ میں لیٹ گئے۔ اور میں لیٹا تو نہیں مگر پانی کے نہ ہونے کے باعث
سخت گھبرایا اور طبیعت بے چین ہوگئی۔ مگر پھر بھی چلتا رہا۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک شخص جو سامنے سے اونٹنی پر
سوار بڑی تیزی سے آرہا تھا اُسکے پاس پانی موجود ہے۔ ہمنے اُس سے پینے کیلئے پانی مانگا جس پر اُسنے
مجھے پانی پلایا۔ بعد ازاں میں نے اپنے پچھلے رفیق کی طرف اشارہ کیا۔ وہ سوار تیزی سے شہزادہ صاحب کے پاس پہنچا
اور انہیں بھی پانی [illegible] ساتھ اونٹنی پر سوار کر کے منزل پر لایا جہاں کہ پانی تھا۔ اس طرح یہ سخت
تشنہ منزل [illegible] کے فضل و کرم سے طے ہوئی۔

الغرض ۱۶؍اکتوبر ۱۹۲۴ء کو ہم تینوں آدمی مشہد جو ایران کا ایک بڑا شہر ہے پہنچے۔ جہاں جاتے ہی مجھے تپ محرقہ شروع ہو گیا جس پر میں وہاں کے ایک انگریزی ہسپتال میں ایک ڈاکٹر کے زیر علاج رہ کر علاج کروانے لگا پانچ چھ دن کے بعد مکرمی شہزادہ عبدالمجید صاحب جو ہمارے امیر سفر تھے طہران پایہ تخت ایران کی طرف روانہ ہو گئے۔

پچیس ۲۵ دن گذر جانے کے بعد مکرمی محمد امین خان صاحب موصوف نے مناسب سمجھا کہ وہ بخارا کی طرف حرکت کریں اور وہاں کے حالات سے آگاہ ہو کر مشہد میں اس عاجز کو بھی اطلاع دیں۔ اسلئے وہ ۶؍نومبر ۱۹۲۴ء کو مشہد سے بطرف بخارا روانہ ہو گئے۔ میں جن ڈاکٹر صاحب کے زیر علاج تھا ان کا نام ڈمری تھا جو زرتشتی المذہب تھے۔ یہ صاحب نہایت شفقت کے ساتھ میرا علاج معالجہ کرتے تھے۔ میں ان دنوں اپنا کھانا اپنے ہاتھ سے پکا کر کھاتا تھا۔ پندرہ دن تک بحکم ڈاکٹر صاحب صرف پاؤ دودھ صبح اور پاؤ بھر دودھ شام کو مع پاؤ پانی کے استعمال کرتا رہا۔ مکرمی خان صاحب کے روانہ ہو جانے کے ایک ماہ بعد ان کا مجھے مشہد میں ایک خط ملا جس میں لکھا تھا کہ میں اللہ تعالے کے فضل و کرم سے بخارا پہونچ گیا ہوں۔ اور میرا اب واپس آنا بڑا مشکل ہے۔ نیز برف پڑنے لگ گئی ہے اور سردی بہت سخت ہے۔ اسلئے اگر تمہیں صحت ہو گئی ہو اور یہاں آنے کے قابل ہو تو مجھ کو لکھو تاکہ میں وہ راہیں جن سے ہوتا ہوا میں بخارا پہنچا ہوں تمکو لکھوں تاکہ تم بھی بآسانی یہاں آسکو۔ یہ خط جو ۲؍دسمبر ۱۹۲۴ء کو مجھے مشہد میں ملا۔ یوم تحریر سے ۱۶ دن بعد میرے پاس پہنچا۔ میں نے اس خیال سے کہ اگر میں نے ان کو یہ لکھا کہ وہ رستے بتلائیں جن سے ہو کر جا سکوں تو خط کے آنے جانے میں ایک مہینہ اور خرچ ہو جائیگا۔ اور پھر برف اس کثرت سے گرنی شروع ہو جائیگی کہ جسکی وجہ سے راستے بھی بند ہو جائینگے اور ایسی حالت میں مجھی کامل چار ماہ یعنی جنوری۔ فروری۔ مارچ۔ اور اپریل مشہد میں ہی ٹھہرنا پڑیگا۔ اور یہ چار ماہ گذارنے کے بعد کہیں وہاں جا سکونگا۔ اور اس طرح خرچ بھی جو کچھ بیماری کی وجہ سے اور کچھ خان صاحب کو جاتی دفعہ دینے کے باعث آگے ہی کم تھا اور بھی کم ہو جائیگا۔ اور چونکہ میرے آقا نے مجھے بخارا جانے کا حکم دیا ہوا تھا اسلئے بھی یہ تعویق گوارا نہ تھی۔ اسلئے میں نے متوکلاً علی اللہ عزم سفر کر لیا کیونکہ اسوقت جیسا کہ اللہ تعالے خوب جانتا ہے میرے دل میں جو پشیمانی اور خجالت تھی اسکو میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں بار بار یہی کہتا تھا کہ خدا کے خلیفہ نے تین آدمیوں کو دارالامان سے رخصت کیا۔ دو تو اپنی اپنی جگہ پر جا پہنچے مگر میں اپنی بدقسمتی اور شامت اعمال کی وجہ سے راستے میں ہی پڑا ہوا ہوں۔ اور اس بات کا جب میرے آقا کو علم ہو گا تو وہ کیا کہینگے۔ پس میں نے استخارہ کیا اور خدا پر بھروسہ کر کے ایک خط حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں لکھا جس کے بعد مکرمی

خان صاحب کا بخارا سے آیا ہوا خط بھیجدیا۔ افسوس کہ اس خط کی نقل میرے پاس نہیں کہ میں اس کو یہاں نقل کروں جو میں نے حضرت انور کے حضور لکھا۔ مگر اس کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ میرے آقا میں تپ محرقہ کی بیماری سے اُٹھا ہوں اور سخت لاغر و کمزور ہوں سردی بھی شدت سے پڑنے لگی ہے۔ اور برف باری بھی شروع ہوگئی ہے اور میں نہ تو روسی زبان جانتا ہوں اور نہ میں فارسی زبان سے اچھی طرح واقف ہوں اسی طرح راستہ کا بھی علم نہیں۔ پاسپورٹ بھی نہیں ملا۔ خرچ بھی کم ہے مگر ان تمام حالات کے ہوتے ہوئے بھی جو بظاہر مایوس کُن ہیں میں بخارا جانے سے رُک نہیں سکتا۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ حضور کی دعائیں مجھے ناکام ہونے نہ دینگی بلکہ وہ مجھے اصل مقصد میں کامیاب کرینگی۔ پس میں اس بے بسی کی حالت میں بھی اللہ تعالےٰ کی ذات پر توکل کرتا ہوا بخارا کی طرف چلتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ حضور اس عاجز کیلئے دعا فرمائینگے۔

یہ خط لکھنے کے بعد ایک خط میں نے اپنے مکرم بھائی شیخ محمد حسین صاحب پوسٹ ماسٹر کو اور ایک خط دوسرے بھائی شیخ مظہر حسین صاحب کمپوڈر ہسپتال کو لکھکر بھیجدیا اور بعد ازاں ۸ دسمبر ۱۹۲۴ء کو بروز پیر بخارا کی طرف چل پڑا۔ ڈیڑھ دن کے بعد میں ایران کی زمین سے گزر کر ترکستان کی سرحد میں داخل ہوگیا اور رات کے آخری حصہ میں مقام ارتھک پر جو کہ ایک چھوٹا سا سٹیشن ہے ایک ترک نوجوان کے ساتھ جا پہنچا۔ اس ترک نوجوان نے مجھے اپنے ایک واقف کار ترک دکاندار کی دوکان کے ایک کمرہ میں جا ٹھہرایا۔ جہاں کہ میں دوسرے دن کی شام تک چھپا رہا۔ آخر ۱۴ دسمبر ۱۹۲۴ء کی شام کو بخارا جانے والی گاڑی آئی اور وہ نوجوان ترک جو راتوں رات مجھکو سرحد پار کروا کر لایا تھا میرے لئے سٹیشن سے ٹکٹ خرید لایا۔ اور میرا بستر۔ کپڑے اور کتابیں اُٹھائیں اور مجھے گاڑی کی طرف لیچلا۔ جب میں گاڑی پر سوار ہونے لگا تو پیچھے سے ایک روسی حاکم جو ہاتھ میں لالٹین لئے ہوئے آ رہا تھا۔ اس نے ترک نوجوان کو آواز دی کہ ٹھہر جاؤ! وہ ٹھہر گیا۔ تب وہ مجھے اور اس ترک نوجوان کو اپنے دفتر میں لے گیا اسنے احتیاطاً اپنی جیب سے پستول بھی نکال لیا کہ کہیں میں بھاگ نہ جاؤں۔ دفتر میں جاکر اپنے دروازہ بند کر لیا اور میرے کپڑوں کی بستر اور کتابوں کی اچھی طرح تلاشی لی۔ بلکہ میرے گردے دار لحاف اور تکیہ کا ایک حصہ بھی کھول کر دیکھا کہ ان میں کوئی کاغذ وغیرہ تو نہیں جو دوسری حکومت کی طرف سے لایا گیا ہو۔ یہ ۱۴-۱۵ دسمبر کی رات تھی۔ اسجگہ برف بڑی کثرت سے گر رہی تھی۔ اسنے میرے تمام کپڑے۔ بستر۔ کتابیں ٹکٹ اور کچھ نقدی جو میرے پاس تھی نیز وہ ادویات بھی جو میں اپنے ساتھ لیگیا تھا مجھ سے لیکر دفتر میں رکھ لیں اور چند پھٹے پرانے کپڑے دیکر مع اس ترک کے جو میرے ہمراہ تھا قید خانہ کے کمرہ میں داخل کر دیا۔

اس جگہ میں پندرہ دن تک قید رہا۔ جہاں مجھے کچھ کام بھی کرنے کیلئے روزانہ دیا جاتا تھا۔ مثلاً پانی منگوانا۔ صفائی کروانا اور زمین کھودنے کا کام۔ اور کھانے کیلئے حکومت کی طرف سے کچھ بھی نہیں ملتا تھا۔ بلکہ دوسرے قیدیوں کو اگر کہیں باہر سے کھانے کو آجاتا یا کوئی اپنے پیسوں سے منگواتا تو وہ مجھے بھی کچھ دیدیتے تھے جسے میں کھا لیتا۔ وگرنہ ویسے ہی رات دن بسر کرنا پڑتے تھے اس قید خانہ میں اور جس قدر قیدی تھے مجھکو بڑی محبت سے کہتے کہ تم اگر جیل سے رہا ہونا چاہتے ہو تو سوائے اس کے اور کوئی علاج نہیں کہ اپنے آپکو ایران یا افغانستان کی رعایا ظاہر کرو۔ کیونکہ اگر تمنے اپنے آپ کو انگریزی رعایا ہی بتلایا تو تم پر طرح طرح کے شک کئے جائینگے اور بیحد تکالیف کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اور اسی طرح ہر روز جتنے بھی وہاں قیدی تھے خواہ وہ ترکی ہوں یا ایرانی سبھی یہ کان میں ڈالتے تھے کہ تم اپنے آپ کو انگریزی رعایا ہونے سے انکار کردو۔ کیونکہ روسی گورنمنٹ کے تعلقات سرکار برطانیہ سے بہت کشیدہ ہیں اور وہ انگریزی رعایا کو بری اور شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن چونکہ میرا پیارا مذہب جھوٹ بولنے سے منع کرتا ہے اسلئے مینے اُن کے اس مشورہ کو قبول نہ کیا۔ حالانکہ اگر میں ایسا کہدیتا تو ممکن تھا قید سے رہائی ملجاتی۔ مگر ایک احمدی کس طرح کذب بیانی سے کام لے سکتا ہے؟ پس میں اُن کے مشورہ کو تو سنکر خاموش ہی رہتا مگر اپنے مولیٰ کریم کے حضور گڑگڑاتا اور دعا کرتا کہ اے اللہ پاک! اسوقت تو ہی میری دستگیری فرما۔ اسی قید خانہ میں کوئی چھ سات دن کے بعد ایک ترک نوجوان جو روسی اور فارسی زبان سے واقف تھا اور جسے کہ روسی افسر بھی بڑی اچھی طرح سے ملتے تھے مجھے نہایت ہی درد اور محبت سے کہنے لگا کہ مجھے تمہارے متعلق اچھی طرح علم ہے کہ روسی حاکم تم پر بڑے بڑے شک کر رہے ہیں۔ اور تمہیں وہ یہاں سے عشق آباد اور وہاں سے تاشقند اور تاشقند سے ماسکو لیجائینگے۔ اور آخر میں یا قتل کردینگے یا قتل کی طرح برا حال کردینگے اسلئے یہی بہتر ہے کہ تو رات کو سپاہی کے ساتھ رفع حاجت کے لئے نکل اور یہاں سے ایران کی زمین تک جو یہاں سے صرف ڈیڑھ میل ہے جا پہنچ۔ اور اس طرح توان کے پنجہ سے جلدی نکل جائیگا ورنہ تجھے بہت بڑی تکالیف کا سامنا کرنا ہوگا۔ کیونکہ ہندوستانی کو یہ لوگ دیکھ نہیں سکتے۔ کیونکہ اس سے پیشتر جب بڑی جنگ ہوئی تھی تو ان مقامات پر ہندوستانی فوج کے ذریعہ انگریزوں نے روسیوں پر چڑھائی کرکے قبضہ حاصل کرلیا تھا۔ اور اس لڑائی میں روسیوں کے کئی بڑے نامور آدمی مارے گئے تھے۔ اسلئے اسجگہ ان کے جذبات خصوصیت کے ساتھ برانگیختگی پیدا ہوتی ہے۔ اور دوسرے روسیوں اور انگریزوں کے مابین آمدورفت تجارت خطوط ومراسلات کا سلسلہ بند ہے اسلئے اگر کوئی ہندوستانی ان حالات کے ہوتے ہوئے یہاں آجائے تو اسیر

بہت کچھ شک کیا جاتا ہے اور اسے جاسوس خیال کر کے سخت تکالیف پہنچاتے ہیں۔
مگر ان حالات میں میرے لئے بھاگنا بالکل دشوار اور ناممکن تھا۔ اور دن رات بس اللہ تعالےٰ سے ہی دعائیں مانگتا اور حسب عادت رات کو تہجد کے لئے اُٹھتا تھا۔ صبح کے وقت نماز کے بعد قرآن شریف کی تلاوت کرتا اور سورج طلوع ہونے کے بعد دو نفل ادا کرتا اور اللہ کریم سے ہی اپنی حفاظت اور بچاؤ کی دعا مانگتا۔ جب یہاں رہتے پندرہ دن گذر گئے تو مجھے ارتھک سے عشق آباد لیجایا گیا جہاں جاکر مجھے باقاعدہ خوراک ملنے لگی یعنی چار چھٹانک روٹی۔ ڈیڑھ پاؤ گوشت کا شوربا دن میں ملتا تھا اور دو وقت گرم پانی چائے کے طور پر دیا جاتا تھا۔ عشق آباد میں مجھے جس کمرہ میں رکھا گیا اس میں ایک روسی دو آرمنی دو ترک اور چار ایرانی قیدی تھے۔ دو تین دن گذرنے کے بعد میرے دل میں بڑے زور سے یہ خیال اُٹھا کہ قید میں بیکار کیوں بیٹھا ہوں کوئی نہ کوئی کام کرنا چاہئیے۔ اور نہیں تو کم از کم جتنے دن قید میں ہوں روسی زبان ہی سیکھ لوں۔ تاکہ بعد میں تبلیغ میں اس سے فائدہ پہنچے۔ پس مینے ایک روسی قیدی کو جس کا نام اروف تھا اور جو ایک سال سے وہاں قید تھا روسی زبان سیکھنے کے لئے کہا۔ اور منت کی کہ وہ مجھے روسی زبان کا سبق دیں۔ اسنے میری بات مان لی چنانچہ اسنے اسی دن کاغذ پر روسی زبان کے حروف جو کتابی تھے اور وہ بھی جو تحریر میں آتے ہیں لکھدیئے اور مجھے کہا کہ انہیں یاد کرو اور لکھنے کی مشق بھی کرو۔ میرے کمرہ میں ایک بہت بڑی لوہے کی انگیٹھی جس پر سیاہ لک لگی ہوئی تھی اور جب میں باہر رفع حاجت کیلئے جاتا تو واپسی پر دو تین مٹی کی ڈلیاں بھی لے آتا۔ اور ان مٹی کی ڈلیوں سے اس انگیٹھی پر ہر روز ایک دو گھنٹہ تک لکھتا رہتا۔ اور مینے تین چار دن میں جہاں ان حروف کا لکھنا سیکھ لیا۔ وہاں یاد بھی کر لئے اور ساتھ ہی ساتھ میں ان سے وہ الفاظ بھی جو کثیر الاستعمال تھے دریافت کر کے یاد کرتا رہتا تھا مثلاً اشیاء خوردنی کے نام۔ پہننے والے کپڑوں کے نام بدن کے اجزاء کے نام۔ نمبر شمار۔ تعداد۔ دنوں کے نام آہستہ آہستہ پوچھ پوچھ کر سیکھے اور اسی طرح تین مہینے تک ان سے سبق لیتا رہا۔ میں ہر روز ان کے سامنے کھڑا ہو جاتا اور اپنا پہلا سبق منہ زبانی سناتا جس کا اثر جیسا کہ مینے بار ہا دیکھا اچھا پڑتا اور وہ شوق کے ساتھ روزانہ سبق دیتے رہتے۔ اور اس طرح ان سے کتاب کا پڑھنا بھی کچھ کچھ سیکھتا رہا۔ مجھے ابھی چند یوم ہی سبق لیتے ہوئے تھے کہ بعض آدمیوں نے کہنا شروع کر دیا کہ دیکھو تو غیر ملک سے آیا ہے اور آتے ہی قید میں روسی زبان سیکھنے لگ پڑا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ حکومت تجھ پر زیادہ شک کرنے لگ پڑے گی۔ اور تجھے آگے سے زیادہ تکلیف پہنچیگی مینے

ان کو جواب دیا کہ اس میں شک کی کونسی بات ہے۔ جب وہ مجھ سے دریافت کرینگے تو میں انہیں کہدونگا کہ کسی علم کا سیکھنا کوئی بری بات نہیں چونکہ میں ایک علم دوست آدمی ہوں اسلئے یہاں بیکار بیٹھنے کی بجائے یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ روسی زبان سیکھ لوں۔ تاکہ میں جب یہاں سے رہا ہو جاؤں تو یہ سیکھی ہوئی زبان مجھے فائدہ دے۔ بہر حال مجھے وہ ڈراتے اور بار بار سمجھاتے ہی رہے میں نے اپنا کام جاری ہی رکھا۔ رات کو جب سپاہی کو دیکھتا کہ وہ سامنے سے چلا گیا ہے تو میں روسی زبان لکھنا شروع کر دیتا۔ اور جو سبق میں دن کو پڑھتا وہ رات کو کاغذ پر لکھ کر یاد کرتا رہتا اور دوسرے دن اپنے اسی استاد کو سنا کر اور سبق لے لیتا۔ عشق آباد جہاں کہ میں پہنچایا گیا تھا ایسا شہر ہے کہ اس میں بہائی فرقہ کے آدمی بھی کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں اور ان کا اسجگہ معبد بھی ہے۔ اور بڑے بڑے تاجر پیشہ بھی ہیں۔ بہائی لوگ بھی میرے کمرہ میں قید ہو کر آجاتے تھے۔ جب میں ان کو دیکھتا تو میرے دل میں دعا کے لئے بڑا جوش پیدا ہوتا اور میں مولیٰ کریم سے دعا کرتا کہ تو اسجگہ سے اس کفر کو مٹا اور احمدیت کو اس سرزمین میں سرسبز کر۔ اور ایسا سامان کر کہ یہاں احمدیت پورے طور سے ظاہر ہو اور یہ لوگ اس نور سے منور ہوں جو اس پُر ظلمت زمانہ میں تیری طرف سے نازل ہوا ہے۔ مجھے یہاں اور اشقک میں بوجہ اسکے کہ مینے کبھی نہ تو قید کاٹی تھی اور نہ ہی جیل خانہ دیکھا تھا۔ دہشت سی ہوتی اور دل غمگین ہوتا اور جب خصوصیت کے ساتھ دوسرے قیدی بار بار مجھے کہتے کہ تجھے بہت دور لیجایا جائیگا اور تو کافی عرصہ تک قید رہیگا تو میں آستانۂ الٰہی پر جھک جاتا اور دعائیں کرتا کہ اللہ پاک! میری مدد کر۔ ایک دفعہ مینے خواب میں دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جمعہ کا خطبہ فرمارہے ہیں دائیں جانب آپکے قدموں میں بیٹھا ہوں اور آپکے سامنے آدمیوں کی کچھ صفیں بیٹھی ہوئی ہیں اور ان کے پیچھے کچھ لوگ کھڑے ہیں اور نہائت خاموشی سے حضرت کے خطبہ کو سُن رہے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سُننے والوں کے جسم سے روح پرواز کر گئی ہے اور بے حس و حرکت بیٹھے اور کھڑے ہیں حضور نے خطبہ میں بیان فرمایا کہ تم کو کتنی بھی مصائب اور تکالیف برداشت کرنی پڑیں نہائت جوانمردی اور ہمت سے انہیں برداشت کرو۔ حتیٰ کہ اگر تمہارے بدن کے کپڑے بھی تم سے اُتار لئے جائیں تو تم اس مقصد کو جسکے لئے تم مقرر کئے گئے ہو مت چھوڑو۔ اسکے بعد مینے دیکھا کہ حضور کو کچھ تکلیف شروع ہوئی۔ آپ اس حالت میں پانی کی مٹی کے پاس جو ساتھ ہی تھی تشریف لے گئے اور آپ نے کلی کی۔ اسوقت آپکو بخار کی کچھ حرارت تھی۔ مینے ایک سوٹی آپکے ہاتھ میں دی جس کے سہارے حضور پھر خطبہ کی جگہ تشریف لے گئے اور خطبہ بیان کرنے لگے۔

ادھر یہ خواب دیکھی ادرا ودھر حاکم نے اپنے ترجمان کے ذریعہ جو کہ فارسی اور روسی جانتا تھا۔ میرا بیان لینے لگ گیا اور مَیں اس طرح ساڑھے تین ماہ تک وہاں رہا۔ ابھی اسی جگہ تھا کہ ایکدن ایک ایرانی نے جو میرے ساتھ سوتا تھا ایک خواب میرے ہی متعلق دیکھی اور وہ اس سے سخت گھبرایا اور چونک کر اُٹھ بیٹھا اور بڑی حیرانی کے ساتھ کہنے لگا کہ آج مینے تیرے متعلق ایک ایسی خواب دیکھی ہے کہ جس سے مجھے خود دہشت اور خوف پیدا ہوگیا ہے۔ خدا معلوم اس کی کیا تعبیر ہے۔ اسنے بیان کیا کہ مینے دیکھا کہ تمکو یہاں سے تاشقند اور تاشقند سے ماسکو لیجایا گیا۔ غالبًا تاشقند میں یا ماسکو میں (مَیں اسوقت بھول گیا ہوں) تجھکو حکومت کے چند نوجوان قتل کرنا چاہتے تھے چنانچہ وہ اس کا پورا پورا ارادہ کرکے تجھے مقتل گاہ میں لیگئے مگر عین اسوقت جبکہ وہ تجھپر گولی چلانے لگے تو ان کو بڑے زور سے آواز آئی کہ دیکھو یہ میرا بندہ ہے اسکو مت قتل کرو۔ وہ یہ آواز سُنکر حیران ہوگئے اور ادھر اودھر دیکھنے لگے کہ یہ آواز کہاں سے آئی ہے۔ آخر کسی کو نہ دیکھکر دوبارہ قتل کا ارادہ کیا مگر دوسری دفعہ بھی ان کو ویسی ہی آواز سُنائی دی۔ کہ دیکھو اسے مت قتل کرو یہ میرا بندہ ہے۔ مگر پھر بھی وہ کسی کو نہ دیکھکر تیسری بار جب قتل کرنے لگے تو زمین بڑے زور سے پھٹی اور وہ سب اس میں دھنس گئے۔ اور تیرے ہاتھ میں ایک بستر ہے اور تو باہر کھڑا ہے اور تجھے پھر آواز آئی کہ تو ظالموں کی زمین سے نکلکر کربلا (کرب لا) میں چلا جا۔

مَیں یہاں اس امر کو بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مینے ارتھک میں۔ عشق آباد میں اور اسی طرح اور بھی جس مقام پر ترکوں کو پایا وہ مجھکو قید میں نماز پڑھتا دیکھکر اور اسی طرح تہجد پڑھتا اور قرآن شریف کی تلاوت کرتا دیکھکر اور میری عاجزی۔ مسکنت اور محبت کو دیکھکر محبت کرنے لگ جاتے اور مَیں دیکھتا کہ ان کے دل میری محبت سے بھر جاتے تھے اور ان سے جہاں تک بن پڑتا میری بھلائی اور خیر خواہی چاہتے؛

پورے ساڑھے تین ماہ کے بعد اپریل ۱۹۲۵ء کو مجھے عشق آباد سے تاشقند بھیجا گیا۔ میری روسی زبان سیکھنے کی طرف ایسی رغبت و خواہش تھی کہ عشق آباد اور تاشقند کی راہ میں جو دو دن کا رستہ تھا اس حاکم سے بھی جو دو سپاہیوں کے ساتھ مجھے ریل پر سوار کرکے لیگیا روسی زبان سیکھتا رہا۔ اس افسر کا نام وان جیوگوف تھا۔ جب وہ میرے لئے راستہ میں کھانے کی چیزیں لاتا تو مَیں اس سے کہتا میرے رفیق! اس کا کیا نام ہے؟ وہ مجھے روسی زبان میں جو اس چیز کا نام ہوتا بتلاتا۔ اور مَیں اسے یاد کرلیتا اسی طرح جو جانور راہ میں نظر آتے یا ندیاں وغیرہ۔ الغرض جو چیز راہ میں دیکھی جاتی ان کے نام روسی زبان میں مجھے بتلا دیتا۔ اس طرح مینے پچاس کے قریب الفاظ رستے میں اس سے سیکھ لئے۔ اور وہ مجھ سے انگریزوں کے حالات پوچھتا کہ ان کی گورنمنٹ کیسی ہے؟ مَیں کہتا کہ مَیں ایک مذہبی آدمی ہوں میرا

سیاست سے کیا تعلق ؟ ہاں ان میں یہ خوبی ضرور ہے کہ وہ مذہب کی اشاعت کی عام اجازت دیتے ہیں اس کے کلام سے اس کی یہ بڑی زبردست آرزو معلوم ہوتی تھی کہ انگریز ہندوستان سے نکل کر اپنے ملک میں چلے جاویں اور ہم وہاں مسلط ہو جائیں۔ مگر اللہ تعالےٰ کسی ظالم کو اپنی زمین کا کب وارث بنا سکتا ہے وہ اسی کو کسی ملک پر قدرت دیتا ہے جو عدل و انصاف کو اپنے اندر رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔

تیسرے دن جب میں تاشقند میں پہنچا تو اس جگہ اللہ تعالےٰ نے وہ وہ نشانات دکھلائے کہ جن سے میرا ایمان بہت ہی مضبوط ہوا۔

مجھے اس خدا کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس جگہ اللہ تعالےٰ کی قدرتوں کے کرشمے اور اسکے جلوے اور نظارے ایسے ایسے دیکھے کہ نہ صرف ایک انسان کے ایمان کو پختہ اور مضبوط کرنے والے ہوتے ہیں بلکہ خدا تعالےٰ کی ہستی پر بہت زیادہ ایمان پیدا کرنے والے ہوتے ہیں جب مجھکو عشق آباد سے تاشقند کی جیل میں لیجایا گیا تو مجھے میرے کپڑے جو ارتھک میں لے لئے گئے تھے۔ ان میں سے قمیض، پاجامہ۔ صافہ۔ تولیہ اور دو عدد نئے جبے جو بخارائی طرز کے بالکل نئے تھے۔ مجھے دیئے گئے کیونکہ میرے پہلے کپڑے بالکل بوسیدہ ہو گئے تھے۔ اور جوئیں بھی ان میں کثرت سے پڑ گئی تھیں۔ اور بُو بھی آتی تھی۔ یہ کپڑے انہوں نے اس خیال سے بھی مجھے پہننے کے لئے دیدیئے کہ میں ایک بڑی قید اور دوسرے شہر میں لیجایا جا رہا ہوں۔ جب میں تاشقند کے قیدخانہ میں آیا تو آتے ہی میں نے کمرہ میں بیس پچیس روسی عورتوں کو قیدی کی حیثیت میں دیکھا۔ وہ مجھے اور میرے لباس اور میری وضع قطع کو دیکھکر بہت حیران ہوئیں۔ اسجگہ میری تلاشی لیکر قیدخانہ کے دوسرے مردانہ کمرہ میں سپاہی نے داخل کر دیا۔ اور اس کمرے میں ایک شیعہ اور چار روسی آدمی بھی قیدی تھے۔ سپاہی نے تھوڑی دیر کے بعد جب دوبارہ میرے کمرے کا دروازہ کھولا تو میں نے دیکھا کہ اسکے ہاتھ میں سفید ڈبل روٹی ہے جسے روسی زبان میں [illegible] K PQMC n ٹک فرانسا (یعنے فرانس کی بنی ہوئی ڈبل روٹی) کہتے ہیں اور چائے اور قند اور کچھ روسی مٹھائی تھی اور اسکے پیچھے ایک روسی عورت تھی اس سپاہی نے اشارہ سے بتلایا کہ یہ چیزیں اسی روسی عورت نے دی ہیں۔ قید میں جہاں سارے دن میں روٹی اور دونوں وقت گرم پانی چائے کی بجائے ملتا تھا۔ اور جہاں ذرہ سی زائد روٹی یا اور کسی چیز کا میسر آنا تقریباً محال تھا وہاں یہ محض اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم ہی تھا کہ یہ چیزیں میرے لئے لائی گئیں۔ میں نے ان چیزوں کو سپاہی کے ہاتھ سے لیکر اور اس روسی عورت کی طرف منہ کر کے کہا .... سسترا سپاسیبا۔ بہن میں آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں

یہ سلسلہ صرف ایکدن یا دو دن نہ رہا بلکہ تقریباً پندرہ روز تک میں اس پہلے کمرہ میں رہا اور ہر روز ایک عورت مجھکو دوپہر کے وقت سفید روٹی۔ چاء قند اور کبھی کبھی روسی مٹھائی میرے کمرے میں آکر دیجاتی تھی۔ ایک دن ایک عورت دوسرے دن دوسری عورت اور تیسرے دن تیسری عورت الغرض یہ سلسلہ لگاتار جبتک کہ مینے اس کمرہ کو نہ چھوڑا میرے ساتھ رہا۔ میری عادت تھی کہ جب کبھی مجھکو کھانا باہر سے آتا تو میں اللہ تعالےٰ کا شکر بہ ادا کرتا اور اسکے آستانۂ قدوسیت پر اپنی گردن جھکا دیتا اور بسا اوقات اپنی اس بے سروسامانی کو دیکھکر اور دوسری طرف لطف الٰہی بپا ہو دیکھکر میری آنکھوں سے آنسو رواں ہوجاتے اور میں رو پڑتا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ بعض اوقات ان عورتوں نے مجھکو جب کھانا دینے آنا اور مجھکو اپنی جگہ نہ پانا تو وہیں کھڑے رہنا اور اسوقت تک انتظار ہی کرتے رہنا کہ جب تک میں نماز یا رفع حاجت سے فارغ ہو کر نہ آجاتا۔ جب آجاتا تو بڑی محبت اور شوق سے مجھ کو کھانا دینا۔ کئی دفعہ میرے ایک قیدی رفیق نے انہیں کہنا بھی کہ کھانا مجھے بچاؤ میں اسے دیدونگا۔ لیکن انہوں نے انکار کردینا کہ جب تک وہ خود نہ آئے ہم کسی کو نہ دینگی جب میں اس کمرے میں آیا تھا تو مینے اپنے بستر میں سے ایک دری اپنے ایک مسلمان رفیق کو جو قید خانہ میں میرے ہی کمرے کے اندر رہتا تھا دیدی اور ایک کمبل ایک روسی کو اسلئے دیدیا کہ اسکے پاس نیچے بچھانے کو لئے کوئی کپڑا نہ تھا۔ اس روسی کا نام مکار تھا۔ اور جب میں تہجد کو اٹھتا تو اپنے ساتھی پر اپنا لحاف ڈالدیا کرتا تھا تاکہ اسے سردی نہ لگے۔ اور یہ حال ایک جگہ نہیں بلکہ جس جگہ بھی گیا ایسا ہی کرتا رہا۔ اور میں دیکھتا تھا کہ اس کا دوسروں پر بڑا گہرا اثر پڑتا تھا؛

اور اسی طرح جو کھانا میرے لئے اللہ تعالےٰ باہر سے بھجواتا تھا اس میں سے بھی نصف کے قریب اپنی قید کے ان رفیقوں کو دیدیتا جنکو کہ حاجتمند دیکھتا۔ اور نصف کے قریب اپنے لئے رکھ لیتا تھا۔ اور کئی دفعہ جب میں دوسرے رفیقوں کو بہت خواہشمند دیکھتا یا دیکھتا کہ ان کو بہت بھوک ہے تو انکو دیدیتا تھا

مینے تاشقند پہنچتے ہی قرآن شریف کو حفظ کرنا شروع کردیا۔ کچھ روسی زبان مخفی طور پر کہ جس کا دوسروں کو علم نہو سیکھتا رہا۔ میرے کمرے کے دائیں بائیں کے کمروں میں اور نیز سامنے کے کمروں میں اکثر مسلمان قیدی تھے اور کچھ ارمنی اور کچھ روسی قیدی تھے۔ میرے لباس کو دیکھکر۔ میرے قرآن شریف کے حفظ کرنے کو دیکھکر اور میرا کثرت سے نماز پڑھنے کو دیکھکر۔ نیز میری خاموشی کو دیکھکر ہر قیدی کے اندر یہ جستجو پیدا ہوئی کہ اسکے حالات دریافت کریں کہ یہ کون لڑکا ہے اور کہاں سے

اور کس لئے قید میں لایا گیا ہے۔ قید خانہ کی کوٹھڑیوں کی دو لائنیں تھیں آمنے سامنے اور درمیان میں کچھ صحن ٹہلنے کے لئے تھا ہر قیدی کو قدم زدن کے لئے صبح شام آدھ آدھ گھنٹہ دیا جاتا تھا چنانچہ ہر کمرے والے جب باہر قدم زدن کیلئے نکلتے یا میں اپنی باری پر نکلتا تو لوگوں کی نظر میری طرف جم جاتی اور غور اور خصوصیت کے ساتھ میری طرف دیکھتے کہ یہ کون لڑکا ہے۔ جو بات روسی عورتوں پر نیز وہاں کے سپاہیوں پر اثر کرتی یہ تھی کہ ہر کمرے والے جب اپنی اپنی باری باہر نکل کر ٹہلنے تو وہ ان مستورات کی طرف ضرور دیکھتے اور غور سے دیکھتے جو قید تھیں۔ اور وہ ان کی طرف دیکھتیں۔ مگر وہ مجھکو دیکھکر حیران رہجاتے کہ میں کیوں نہیں ان کی طرف دیکھتا بلکہ اس کی نگاہ نیچے ہی رہتی ہے۔ چونکہ مجھے میرے آقا فداہ ابی وامی کی تعلیم مدنظر رہتی کہ اے انسان چاہئے کہ تیری نظر اس طرح نیچے رہے کہ گویا تیری آنکھ بند ہے۔ اسلئے میں نیچی نگاہ کرکے ہی ٹہلتا تھا۔ اور دوسروں کی حیرانی کا موجب ہوتا تھا۔ اور اس طرح جب دوسرے کمروں والے باہر نکلتے تو دوسرے کمروں کے قیدیوں سے کھڑکی کے باہر کھڑے ہو کر بات چیت کرتے۔ یا سپاہیوں کو مختلف طرح سے ستاتے اور بعض اوقات آپس ہی میں شور و شرا اور جنگ کرتے۔ اور کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ جب سپاہی نے انہیں کہا کہ اب قدم زدن کا وقت ختم ہو گیا ہے یا ابھی وقت شروع نہیں ہوا یا رفع حاجت کیلئے ابھی اجازت نہیں صبر کرو تو قیدی سپاہیوں کو تنگ کرتے اور ان کی بات نہ مانتے۔ مگر بر خلاف اسکے جب سپاہی میرے کمرے میں آتا تو میں اسکو السلام علیکم کہتا۔ اور اس کا احترام کرتا۔ اور جس وقت وہ رفع حاجت کے لئے کہتا اسی وقت جاتا۔ اور علاوہ اسکے اور جو بھی حکم دیتا میں اسی طرح کرتا۔ کئی بار جب کوئی اچھی چیز میرے لئے باہر سے آتی تو میں اپنی جگہ سے اُٹھتا اور ادب و محبت کیساتھ اُس کے آگے بھی پیش کرتا۔ جس کا نتیجہ میں نے دیکھا کہ اسپر بہت ہی گہرا اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ ایک بار جب میں بیان دینے کے لئے حاکم کے پاس لیجایا گیا تو اس وقت شام کا وقت تھا۔ بیان ساری رات ہوتا رہا۔ آخر سحری کے وقت وہ مجھے فٹن میں بٹھلا کر اپنے ساتھ قید خانہ میں لایا اور میرے کمرہ میں داخل کر گیا۔ اور میرے کمرہ میں داخل ہو جانے کے بعد اسنے قید خانہ کے کلرک کی موجودگی میں اس روسی سپاہی سے پوچھا کہ یہ لڑکا کس قسم کا ہے؟ جسپر اسنے میری بہت تعریف کی۔ اور اسی وقت یہ سُنکر کلرک نے کہا کہ چائنک میں چائے بھجوا دو۔ چنانچہ اسیوقت وہ چائے لیکر خوشی خوشی میرے پاس آیا اور یہ سب واقع میرے ایک دوسرے رفیق کو روسی زبان میں بتلایا جس کو سُنکر وہ روسی قیدی بہت خوش ہوا اور بار بار کہنے لگا کہ تمھارے متعلق صرف میری ہی رائے اچھی نہیں بلکہ اس سپاہی کی بھی رائے ایسی ہی ہے۔

چنانچہ میننے وہ چائے لیلی اور اس کا بڑے ادب کے ساتھ شکریہ ادا کیا۔

الغرض اگر ایک طرف اللہ تعالےٰ کے محض فضل سے میرے کمرہ کے قیدی میری محبت عاجزی۔ فروتنی اور سخاوت کو دیکھکر میری طرف مائل ہو گئے تو دوسری طرف بعض سپاہی بھی اس قدر مہربان ہوئے کہ وہ میرے حال پر بہت ہی رحم کھاتے اور اسی طرح تیسری طرف میرے اردگرد کے کمروں کے قیدی بھی مجھکو دیکھکر حیران ہوتے اور ان کے دل میں میرا ادب اور احترام پیدا ہو جاتا۔ اور ابھی میں اپنے اسی کمرہ میں تھا کہ بعض مجھکو بہت بڑا بزرگ انسان خیال کرنے لگے۔

رمضان شریف کے دن بالکل نزدیک تھے۔ میرا ارادہ تھا کہ نفل کے طور پر کچھ روزے زیادہ رکھوں۔ اور وہاں ایک شخص ایسا بھی تھا جس کو اسکے گھر سے کھانا آتا تھا کیونکہ قید خانہ میں حکومت کی طرف سے اجازت تھی کہ اگر کسی قیدی کو اس کا کوئی عزیز رشتہ دار کھانا بھیجنا چاہے تو وہ جمعہ اور پیر کے دن بھیج سکتا ہے۔ اسلئے جب اسکو کھانا آتا تو وہ مجھکو بھی کچھ دیدیتا۔ حالانکہ میں اس سے خود نہ مانگتا تھا بلکہ جب وہ زیادہ اصرار کرتا تو میں لے لیتا۔

کمرے کی صفائی کے متعلق ہر ایک کی باری مقرر تھی اور ہر ایک شخص اپنی اپنی باری کمرہ صاف کرتا تھا۔ میری جب باری آتی تو میں نہائت اچھی طرح جھاڑو دیتا اور جب میرے روسی رفیق کمرے کو نہائت عمدہ طور پر صاف پاتے تو روسی زبان میں (جو میں کوئی زیادہ تو نہ جانتا تھا) مگر حمائل شریف ہاتھ میں پکڑ کر انہیں کہا کرتا تھا کہ یہ قرآن شریف کی تعلیم ہے کہ والرجز فاھجر۔ اسی طرح جب جب میں کسی کو اپنے کھانے میں سے کچھ دیتا تو ساتھ ہی حمائل شریف پکڑ کر کہتا کہ یہ قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ اسی طرح جب میں کوئی موقع پا کر ان سے کوئی معاملہ کرتا تو اس وقت بھی حمائل شریف کی طرف ان کو توجہ دلاتا۔ میننے دیکھا ان چار روسیوں میں سے ایکدفعہ دو تین نے بڑے جوش اور محبت سے خواہش کی کہ ہم اسے پڑھنا چاہتے ہیں۔ مگر افسوس کہ میں روسی زبان سے اتنا واقف نہ تھا کہ ان کو پڑھا سکتا اور نہ ہی میننے کافی عرصہ تک اس کمرہ میں رہنا تھا۔ اسی طرح جب ہم قدم زدن کے لئے باہر نکلتے تو میرے متعلق میرے ہی ساتھیوں سے دوسرے کمروں کے روسی بھی اور ترک بھی پوچھتے کہ یہ لڑکا کیسا ہے؟ تو اسپر میرے ساتھی میری بہت ہی تعریف کرتے اور میننے دیکھا کہ قید خانہ میں جبکہ میں تاشقند گیا تو ایک سپاہی کا دل میری طرف ایسا مائل ہوا کہ جب وہ اپنی باری کے وقت آتا تو میری جستجو کرتا اور مجھ سے میرے حالات پوچھتا رہتا۔ اور بار بار میری طرف دیکھتا رہتا اور کہتا۔ خدا بخشی فقیر ہندوستان کی ہے۔ یعنی ہندوستان کا یہ بہت بڑا فقیر ہے۔ اس سپاہی کا نام۔ اتی شینکو۔ تھا ابھی میں

اسی پہلے کمرے میں تھا کہ وہاں جو میرے ساتھ ایک مسلمان قیدی تھا وہ ان روسیوں سے جن کو کہ
کبھی باہر سے کوئی چیز آتی تو مانگتا۔ مگر وہ روسی بُرا مناتے۔ ایک دفعہ مینے اس مسلمان کو سوال سے
روکا اور اسکو روسی زبان میں کچھ اشارہ سے کہا کہ اسلام ہمکو سوال کرنے سے منع کرتا ہے ہاں وہ یہ بھی
تعلیم دیتا ہے کہ اگر تجھ سے کوئی چیز مانگے تو تو اسکو مت روک۔ کیا ہی اچھے دو مقابل کے حکم دیئے
ہیں۔ ایک طرف تو کہا کہ اے انسان تو سوال مت کر تا کہ تیرے اندر دناءت اور لجاجت پیدا نہ ہو۔
بلکہ غیرت قائم رہے اور قناعت پیدا ہو اور اللہ کی ذات پر توکل ہو۔ اور دوسری طرف یہ کہا کہ اگر
تجھ سے کوئی سوال کرے تو تو اس کو دے۔ تا کہ تیرے اندر سخاوت کی عادت اور رحمدلی کا وصف
پیدا ہوا اور بخل دُور ہو۔ اللہ تعالےٰ کی حکمت ہے کہ قیدیوں کے اندر چند یوم کے بعد ایک بہت بڑی
حرکت پیدا ہوئی اور وہ یہ کہ کاروقفہ اختیار کیا جائے۔ کاروقفہ ایک روسی لفظ ہے۔ جب روس
میں قیدی حکومت کے مظالم سے تنگ آ کر دیکھتے ہیں کہ ہماری سماعت نہیں ہوتی اور بالکل ہماری طرف
توجہ نہیں کیجاتی اور ہمیں بلا وجہ قید رکھا جاتا ہے تو وہ دو چار دن پیشتر حاکم کو اطلاع دیکر اپنا کھانا پینا
چلنا پھرنا بند کر دیتے ہیں اور چارپائی پر مردہ سے ہو کر لیٹ جاتے ہیں۔ گویا وہ حکومت کو اپنے اس
فعل سے بتلاتے ہیں کہ ہم تمھارے مظالم سے تنگ آ کر اپنے آپ کو ہلاک کئے دیتے ہیں۔ چنانچہ
گیارہ گیارہ پندرہ پندرہ دن تک بھوکے پیاسے رہ کر جب بالکل جان بلب ہو جاتے ہیں تو حاکم خوف کے
مارے ان کو رہا کر دیتے ہیں۔ پس میری موجودگی میں بھی وہاں کے قیدیوں نے مل کر ایک بہت لمبی درخواست
دی اور اکثر نے اسپر دستخط کر دیئے۔ اور جب وہ میرے پاس درخواست لیکر آئے تو مینے انہیں نہائت
ملائمت اور ادب سے قرآن شریف اُٹھا کر کہا قرآن مجھکو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ لہذا میں دستخط
کرنے سے معذور ہوں۔ اسکے ساتھ ہی مینے ایک الگ درخواست بڑے حاکم کے نام فارسی میں لکھی
جس میں مینے مدلل طور پر بتلایا کہ ہم لوگ اس تحریک کو جو انتظام میں خلل اور فتنہ و بغاوت پیدا کرے
مذہبًا ممنوع سمجھتے ہیں۔ اور اس میں مینے یہ بھی لکھا کہ اصل غرض تو ان قیدیوں کی ایسا فعل کرنے سے یہ ہوتی
ہے کہ ہم کسی طرح قید سے رہا ہو جائیں مگر وہ طریق ایسا اختیار کرتے ہیں کہ جس سے وہ اپنے آپ کو ہلاک
کر دیں جو درست نہیں۔ بس چاہیئے کہ وہ اپنی اصل خواہش کو پورا کرانے کے لئے صحیح طریق اختیار کیا
کریں اور وہ یہ کہ حاکم کے آگے بڑے ادب سے درخواست پیش کی جائے اور اس میں لکھا جائے کہ
ہمارا کوئی جرم نہیں اسلئے ہمیں رہا کیا جائے۔ نہ کہ فتنہ و بغاوت سے کام لیا جائے۔ اور یہی مقصد
ہماری جماعت کا ہے اور اسیلئے ہم ہر ایسے طریق سے جو ملک کے سکون اور امن میں مخل ہو اس سے

نہ صرف خود بھی رکتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ پس میں یہ طریق اختیار نہیں کرتا۔ اور خود روس کی حکومت بھی ایسا کرنے والوں اور ان کے موئذوں کو باغی سمجھتی ہے۔ اسلئے وہ اس فعل کو پسند نہیں کرتی۔

اس درخواست پر جو بہت سے قیدیوں کی طرف سے حکومت کے پاس پہنچی تھی حاکم بزرگ نے حکم دیا کہ تمام قیدیوں کی جگہوں کو تبدیل کر دیا جائے تاکہ یہ اجتماع ٹوٹ جائے اور کوئی حرکت پیدا ہو چنانچہ تمام قیدیوں کو پہلی جگہوں سے تبدیل کر کے ایکدوسرے کمروں میں لیجایا گیا۔ جسکے ماتحت مجھ بھی پہلے کمرہ سے نکال کر سامنے کے کمرے میں جہاں کہ پندرہ آدمی تھے اور وہ بھی سب کے سب مسلمان جن میں سے کچھ افغانستان کے کچھ بخارا کے اور کچھ خود تاشقند کے تھے۔ لیجایا گیا۔ اس کمرہ میں وہ باقاعدہ اور باجماعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ چونکہ پندرہ دن تک انہوں نے اپنے سامنے کے کمرے میں مجھے اچھی طرح دیکھا ہوا تھا۔ گو مجھ سے کلام کرنے کا انہیں موقع نہ ملا تھا مگر میرے قرآن کریم پڑھنے اور اسے حفظ کرنے اور میری حرکات وسکنات اور خاموشی کو وہ غور سے دیکھا کرتے تھے اور وہ مجھے عالم اور بزرگ کہتے تھے۔ اسلئے مجھکو اپنے کمرے میں داخل ہوتے دیکھکر بڑی عزت سے اور سب سے اچھی جگہ دی اور اپنا امام جماعت بنا لیا۔ مینے ان کے کہنے سننے سے ایک دو نمازیں بھی پڑھائیں۔ مگر چونکہ مَیں نماز بوجہ مسافر ہونے کے قصر کرتا تھا اور اس وجہ سے بھی کہ مَیں نماز نہایت آہستگی سے پڑھنے کا عادی تھا اسلئے اس وقت کو دیکھکر ان کو کہا کہ میں تو نماز قصر کرتا اور آہستہ پڑھتا ہوں جسپر کئی قیدی ملول نظر آتے ہیں۔ اسلئے یہی مناسب ہے کہ مَیں نماز علیحدہ اطمینان سے ادا کیا کروں۔ جسکو انہوں نے قبول کیا اور مَیں علیحدہ نماز پڑھنے لگا۔ رمضان شروع ہو گیا تھا۔ تقریبًا دس آدمی تاشقند کے بھی قیدی تھے جن کو ہفتہ میں دو بار جمعہ اور پیر کے دن گھر سے کھانا آتا تھا اور باقی دنوں کے لئے کچھ خام گوشت اور سبزی وغیرہ منگوا لیتے تھے۔ اور اسی قیدخانہ میں سپاہی کی اجازت سے پکا لیتے تھے۔ اتفاق سے مجھے قید میں حمائل شریف میسّر آگئی تھی جسے مینے حفظ کرنا شروع کر دیا تھا پانچ دن میں ایک پارہ کلام الٰہی کا حفظ کرتا اور دو دن اسکو یاد کرتا تھا۔ اس طرح ایک ماہ میں مینے پانچ پارے یاد کر لئے۔ اسکے علاوہ میں قرآن شریف کے معانی پر بھی غور کیا کرتا تھا اور کچھ وقت ذکر الٰہی میں بھی صرف کرتا تھا۔ تہجد بھی باقاعدہ پڑھتا تھا۔ مغرب کے بعد کھانے سے فارغ ہو کر میں اپنی جگہ سے اٹھتا جو قیدخانہ کے کمرہ میں علیحدہ مجھکو ملی ہوئی تھی اور جو کہ ایک بڑی میز ہی تھی جسپر میں بستر بچھا کر سویا کرتا تھا۔ (باقی قیدی ایک لمبے تختے پر جو صف کی طرح لمبا کمرے میں بچھا ہوتا تھا اس پر

سوتے تھے اور چار پانچ آدمی زمین پر ہی سو جاتے تھے)۔ اپنی جگہ سے اُٹھکر ہر ایک ساتھی کو جو قید خانہ کے کمرے میں ہوتا اس کا حال فارسی زبان اور روسی زبان میں دریافت کرتا۔ اسوقت میرے اندر ترکستان کی زمین پر اپنے آپ کو دیکھکر اور یہ جان کر کہ میرے آقا نے مجھے یہاں اسلئے بھیجا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس ملک کے باشندوں کو بشارت سناؤں۔ اسلئے دل میں ایسا جوش پیدا ہوتا کہ جس کو مَیں بیان نہیں کر سکتا۔ میرے دل میں ان لوگوں کے متعلق جو محبت اور درد کے جذبات پیدا ہوتے تھے وہ اس قدر زیادہ تھے کہ مجھے نہ تو دن کو چین لینے دیتے اور نہ ہی رات کو۔ مجھے یہی دُھن اور فکر تھی کہ جس طرح بھی ہو یہ لوگ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو جائیں تاکہ ان کو اسلام اور قرآن کی اصل حلاوت و لذت نصیب ہو۔ میرے دل میں ان کے لئے جس قدر درد اور محبت کے خیالات پیدا ہوتے اسے وہ لوگ بھی محسوس کرتے تھے۔ اور بعض اوقات عش عش کر اُٹھتے اور کہتے کہ یہ کس قسم کا انسان ہے کہ اسے اپنی تو فکر نہیں اور ہر وقت ہماری ہی فلاح و بہبودی کا خواہاں رہتا ہے۔ میرا معمول تھا کہ ہر ایک کے حالات دریافت کرنے کے لئے ان کے پاس جا بیٹھتا اور حالت و وقت کے مطابق ان کو قرآن کریم اور حدیث شریف سے نصیحت کرتا۔ بعض دفعہ قرآنی آیات کا ترجمہ اور تفسیر کر کے انہیں فارسی زبان میں سناتا اور ایک دوسرا شخص جو فارسی جانتا تھا انہیں ترکی زبان میں بتلاتا جاتا۔ اور میں نے کئی بار دیکھا کہ ترک لوگ میری کلام کو ترکی میں ترجمہ سننے سے قبل ہی اس قدر متاثر ہوتے کہ رو پڑتے اور انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ جو بزرگ میری باتوں کا فارسی سے ترکی میں ترجمہ کرتے تھے اصل میں کابل کے رہنے والے تھے اور ۱۸ سال سے تاشقند میں ہی رہتے تھے اور ان قیدیوں کو باجماعت نمازیں بھی پڑھاتے تھے۔ ان کے دو بڑے بڑے باغ تھے۔ دو بیویاں تھیں۔ ایک بچہ تھا ان کا نام عبد اللہ خان تھا۔ یہ بہت ہی نیک طبیعت اور سمجھدار اور ذی اثر آدمی تھے۔ ان کی عمر تقریباً ۶۰ سال کی تھی۔ ان کے دل میں میرے لئے بہت بڑی عزت تھی۔ یہ اگر کسی وقت میری کلام کی ترجمانی میں کمی کرتے تو دوسرے ترک ان سے لڑ پڑتے اور خفا ہوتے۔ کہ یہ میرے کلام کا پورا پورا ترجمہ کیوں نہیں کرتے۔ یہ شخص بوجہ اسکے کہ امام تھے اور قدرے عالم بھی تھے اسلئے میں سب سے زیادہ ان کے احترام کا خیال رکھتا۔ مگر باوجود اسکے کہ یہ نیک اور شریف النفس اور ذی وجاہت انسان تھے مگر بوجہ امام اور عالم ہونے کے یہ دیکھکر کہ دوسرے لوگ میری بہت عزت اور احترام کرتے ہیں ان کو کچھ نہ کچھ صدمہ گذرتا تھا۔ مگر میں خصوصیت سے ان کو دوسرے تیسرے دن علیحدگی میں

نصیحت کیا کرتا جنکا اثر ہیں ان پر بہت پاتا تھا چونکہ اس کمرہ میں سب سے زیادہ سمجھدار اور ذی اثر آدمی یہی تھے اسلئے ان کو میری طرف پوری طرح مائل ہونے اور احمدیت کے اندر داخل ہونے میں دوسروں سے زیادہ دیر لگی۔ ایکدفعہ انہوں نے مجھ سے بایں غرض بحث کرنی چاہی کہ جس سے دوسرے کمرے والوں پر میرے متعلق برا اثر پڑے سو وہ مجھ سے دریافت کرنے لگے کہ کپڑے کی جراب پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ان کی اسوقت کی طرز گفتگو سے مینے سمجھا کہ یہ تحقیق کے لئے دریافت نہیں کرتے بلکہ اس میں اختلاف پیدا کر کے کمرے والوں کو اپنا ہمخیال بنا کر میرے خلاف کرنا چاہتے ہیں۔ مینے نہائت نرمی اور محبت سی جواب دیا کہ آقائے من! من نمیدانم۔ میرے آقا! میں نہیں جانتا۔ ہاں بخدا آں محبت و درد کہ در دل من برائے جناب والا است نمیتوانم کہ اورا بیان کنم۔ خدا کی قسم جو محبت اور درد میں آپکے لئے اپنے اندر پاتا ہوں وہ بیان سے باہر ہے۔ مینے اس خیال سے کہ اگر بحث میں ان کے اندر میرے ساتھ کلام کرتے وقت ذرا سی کدورت یا ضد پیدا ہوگئی تو یہ شخص اس عظیم الشان ہدایت سے جو میں اسکو دینا چاہتا ہوں محروم رہجائیگا۔ میں بحث سے یا ایسی گفتگو سے اجتناب کرلیتا تھا۔

الغرض رمضان شریف کا مہینہ شروع ہوگیا مجھکو اردگرد کے کمروں سے بعض مسلمان ترک اچھے اچھے کھانے دینے لگ پڑے۔ میں ہر چیز جو باہر سے آتی اپنے کمرے والوں میں سے پانچ چار کو جو بہت غریب تھے دیدیتا تھا بلکہ ایک دفعہ ایک ترک مسلمان نے ایک روپیہ کی مصری اور ایک روپیہ کی ڈبل روٹی باہر سے منگوا کر مجھکو دیدی۔ مینے عبداللہ خان کو جو وہاں کے امام تھے دیدی۔ اور کہا کہ یہ سب آپ کمرے والوں کو تقسیم کردیں۔ وہ کچھ تقسیم کر کے باقی مجھکو دینے لگے۔ مینے کہا میں نہیں لیتا سب ہی تقسیم کردیں۔ انہوں نے سب تقسیم کردی۔ اسی طرح ایک بار نہیں دو بار نہیں جب بھی اس کمرے میں مجھکو باہر سے کھانا ملتا سب کو تقسیم کردیتا اور جو کمرہ کے اندر سے مجھکو کھانا وغیرہ ملتا وہ میں خود کھالیتا میرے کمرے والے میرے واقف ہوگئے تھے۔ وہ باریاں مقرر کر کے اتنا ہی کھانا جتنا میں کھاتا تھا مجھکو دیدیا کرتے تھے۔ جیسا کہ میں اوپر ظاہر کرچکا ہوں چار پانچ آدمی میرے کمرے میں نیچے زمین پر سوتے تھے۔ میں کبھی زمین پر نہائت سادگی اور بے تکلفی سے ان کے پاس جا بیٹھتا اور بیٹھکر ان کے حالات دریافت کرتا۔ کچھ نصیحت قرآن کریم اور حدیث شریف سے کرتا۔ علاوہ ازیں میں صبح کے وقت ہر روز قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتا تھا اور کچھ وقت اپنے کمرے کے قیدیوں کو قرآن شریف ان کی جگہ پر جاکر محبت اور درد سے پڑھاتا تھا۔ ان میں سے ایک

شخص محمد حسین تھا جو کچھ عرصہ سے بخارا سے قید ہو کر میرے ہی کمرہ میں آیا ہوا تھا۔ اسکو میں جہاں قرآن کریم پڑھاتا تو اسکے ساتھ ہی کچھ کچھ نصیحت بھی کرتا تھا اور جب کبھی مجھکو کھانا ملتا اسکو دیتا تھا۔ یہ شخص اتنا اثر میرا قبول کر گیا کہ سب سے پہلے علیحدگی میں رات کے وقت جب سب سو گئے اور سپاہی بھی میرے کمرے کے سامنے سے ایک طرف ہو گئے تو مینے احمدیت کا پیغام اس کو پہنچایا جس کو اسنے قبول کیا۔ یہ پہلا شخص تھا جسنے احمدیت کو قبول کیا۔ دوسرا شخص جو کہ اسکے بعد داخل سلسلہ ہوا اس کا نام محمد یار تھا جو نوجوان تھا اور اچھا مالدار تھا۔ تاشقند میں اسکے باغ بھی تھے۔ بسا اوقات جب میں اسکو نصیحت کرتا تھا تو یہ اس قدر متاثر ہو جاتا تھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ میں اُسے قرآن کریم بھی پڑھایا کرتا تھا۔ یہ شخص بہت ہی زیادہ مخلص تھا احمدیت اسکے بدن کے ریشہ ریشہ میں گھر کر گئی تھی۔ جب مینے کچھ عرصہ رہکر اسکو دیکھا کہ یہ شخص میری طرف اس قدر مائل ہو گیا ہے کہ اب یقیناً احمدیت کا پیغام سُنکر یہ احمدی ہو جائیگا تو مینے ارادہ کیا کہ رات کے آخری حصہ میں اسے اپنے پاس بلا کر محمد حسین کی معرفت احمدیت کا پیغام سناؤں۔ جسکے لئے نہ صرف میں اور محمد حسین بلکہ وہ بھی ساری رات جاگتا رہا۔ پس جب دوسرے لوگ سو گئے اور سپاہی بھی دروازہ سے ہٹ گئے تو اسکو مینے اپنے پاس بلایا اور محمد حسین کی وساطت سے اُسکو کہا کہ وضو کرو اور میری بات کو آکر سُنو۔ اس نے وضو کیا اور میرے پاس بیٹھ گیا۔ اس وقت میں محمد حسین سے فارسی میں کلام کرتا اور وہ ترکی میں اسکو سمجھا دیتا تھا۔ مجھکو اچھی طرح یاد ہے جس وقت میں محمد حسین کے ذریعہ اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی خبر سناتا تھا تو وہ زار زار روتا تھا۔ اور میں جو کچھ کہتا تھا اسکو قبول کرتا جاتا تھا۔ آخر میں جب مینے نماز کے متعلق اُسکو کہا کہ ہمکو چاہیئے کہ غیروں کے پیچھے جنہوں نے کہ ابھی تک خدا کے مرسل کو قبول نہیں کیا۔ نماز نہ پڑھیں۔ تو اسنے مجھ سے پوچھا کہ جب وہ بھی یہی نماز اور اتنی ہی رکعتیں پڑھتے ہیں تو پھر ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کیا جرم ہے؟ مینے اس کو جواب دیا کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک ان کی نمازیں اور دوسری عبادتیں، عبادتیں نہیں رہیں۔ یہ لوگ محض نام کی اور رسماً نماز پڑھتے ہیں۔ اور اس کی اصل حقیقت سے جو اخلاص اور ایمان کی روح ہے بے بہرہ ہو گئے ہیں۔ گویا ان کے ہاتھ میں قشر رہگیا اور مغز جاتا رہا ہے۔ اور ان کی نمازوں کی مثال اس جسم کی طرح ہے جس سے روح پرواز کر جاتی ہے۔ گو یا یہ مردہ ہیں۔ پس مردہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے کیا فائدہ؟ اگر خدا تعالےٰ کے نزدیک ان کی نماز، نماز ہوتی تو کبھی بھی وہ مسیح اور مہدی کو نہ بھیجتا۔ وہ اسی لئے آیا تا کہ حقیقی نماز اور عبادت سے ان کو بہرہ ور کرے۔ پس اسنے اسے سمجھ لیا اور سچے طور پر احمدیت کو

قبول کیا۔ جب مجھ پر اسکے بعد بہت شک کئے گئے اور تبلیغ کا کوئی ذریعہ نہ رہا تو میں اس کو اور لوں سے چھپکر علیحدگی میں اور روسی زبان میں اشاروں سے کہا کرتا تھا کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد Он очень много. очень много اون اوچن منوگو۔ اوچن منوگو۔ بہت بڑے انسان ہیں اور Я ничего нет یا نیچیگو نیئت۔ میں تو کچھ بھی چیز نہیں۔ وہ بہت ہی بڑے اور بہت ہی بزرگ انسان ہیں۔ اور میں ان کے آگے بالکل ہیچ ہوں۔ اور یہ میں اسے اسلئے کہتا تھا کہ وہ مجھکو بہت بڑا عالم سمجھتا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ میں مختلف رنگ میں بار بار اسکے دل میں حضرت اقدس کی عظمت اور محبت پیدا کرتا اور بتلاتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا جانشین نور الدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھا۔ جو بیمثل اور یکتا عالم تھا اور دوسرا جانشین ان کا سب سے بڑا فرزند مرزا بشیر الدین محمود احمد ہے۔ یہ شخص پہلے اگر دن کے وقت کبھی کبھی قرآن شریف پڑھا کرتا تھا تو اب اسکا یہ حال ہوا کہ قید خانہ میں رات کے اکثر حصہ میں قرآن کریم ہی پڑھتا رہتا تھا اور دن کے وقت سوتا تھا۔

تیسرا شخص جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوا وہ امام تھا جس کا نام عبداللہ خان تھا۔ اسی طرح آہستہ آہستہ کمرے کے تمام آدمیوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کر لیا۔ وہاں میرا تبلیغ کا یہ طریق تھا کہ جس کو میں زیادہ متاثر ہوا دیکھتا اور سمجھتا کہ اب اسکو حضرت اقدس کی خبر دینا یقیناً اسکے ماننے سے روک نہ ہوگا۔ میں اسکو تبلیغ کرتا۔ جب یہ شخص یعنے عبداللہ خان احمدی ہو گئے تو اس وقت حکومت کے بعض آدمیوں کو شک پیدا ہوا کہ کہیں یہ اس کا خیال قبول نہ کر گیا ہو۔ انہوں نے باہر سے دو ملاؤں کو میرے کمرے میں بھیجا۔ باوجودیکہ ہم میں سے کسی نے بھی ان کو نہ بتلایا تھا کہ ہندوستان میں کوئی شخص مہدی و مسیح ہو کر آیا ہے اور میں اسکی طرف سے مبلغ ہو کر آیا ہوں۔ مگر انہوں نے آتے ہی عبداللہ خان کو علیحدہ کر کے سلسلہ سے بدظن کرنا چاہا اور کہا کہ ان لوگوں پر ہمارے ملک کے تمام علماء نے کفر کا فتوے لگایا ہے اور اب ان کو سنگسار کر دیا جاتا ہے۔ اسلئے تم اس کا ازمت قبول کرو۔ مگر چونکہ احمدیت اس کے اندر پوری طرح رچ گئی تھی اسلئے ان کی باتیں اسکو احمدیت سے ہٹا نہیں سکتی تھیں۔ چنانچہ جب کبھی اس شخص کو علیحدگی میں ملتا تو مجھکو وہ یہی کہتا کہ ایکدفعہ مجھکو باہر جانے دیں پھر دیکھیں کس طرح سلسلہ کی اشاعت ہوتی ہے۔ اس شخص کے ناشتہ میں قید ہونے کی یہی وجہ تھی کہ یہ شخص

مسلمانوں میں بڑا با اثر تھا اور بالشویک کئی ایسے آدمیوں کو قید خانہ میں قید کر کے لائے تاکہ مسلمانوں کا گروہ قوت حاصل کر کے ہمارے خلاف نہ ہو جائے۔ یا اور کسی قسم کا فتنہ پیدا نہ ہونے پائے۔ ابھی مجھکو اس کمرہ میں آئے چند ہی یوم ہوئے تھے کہ ایک شخص جو تاشقند کا بہت بڑا رئیس اور نہایت ذہین اور سمجھدار بھی اور نیز حکومت کی طرف سے بہت بڑا حاکم تھا قید ہو کر میرے کمرے میں آیا۔ جس کا نام عبدالقادر تھا۔ یہ شخص نئی روشنی کا آدمی تھا اور وہاں کے محکمہ خفیہ کا سب سے بڑا حاکم تھا اور یہ صرف میرے حالات کی جستجو کیلئے ہی قید خانہ میں لایا گیا تھا۔ جس آتے ہی مجھ سے مسائل دریافت کرنے شروع کر دیئے۔ اسوقت اکثر آدمی جو میرے کمرہ میں رہتے تھے احمدیت کو قبول کر چکے تھے جس کا کسی دوسرے کو علم نہ تھا حتیٰ کہ ایک احمدی کو دوسرے احمدی کا بھی علم نہ تھا۔ اور یہ محض اسوقت کے حالات کی نزاکت کی وجہ سے تھا کیونکہ اگر اسوقت قید خانہ میں علانیہ احمدیت کی تبلیغ ہوتی اور روسی حاکم مختلف لوگوں کو ایک خیال کا ہوتے دیکھتے تو یقیناً بہت بڑی آفت برپا کرتے اور وہ اس ہم خیالی کو سازش سے تعبیر کرتے۔ جب یہ شخص میرے کمرہ میں آیا تو مجھکو عبداللہ خان نے نہایت محبت سے علیحدگی میں کہا کہ اس شخص کا بہت زیادہ خیال رکھ اور اس سے زیادہ کلام نہ کر۔ لیکن چونکہ اسوقت میں مسیح موعود کا پیغام پہنچانے اور لوگوں کے اوہام ووساوس دور کرنے کے لئے خاص طور پر اپنے اندر جوش پاتا تھا اسلئے مینے اس نووارد سے علیحدگی اختیار نہ کی بلکہ اسکے سوالوں اور اعتراضوں کے جواب دیتا رہا۔ حالانکہ بعد میں اس شخص سے مجھے بہت بڑا صدمہ پہنچا۔

جب یہ شخص میرے کمرہ میں آیا تو اس کے دوسرے دن ہی مینے خواب میں دیکھا کہ میں اس کمرہ میں نماز ادا کر رہا ہوں اور مقتدیوں میں سے ایک نے مٹی لیکر میری آنکھ میں ڈالی ہے۔ جس سے ایک آنکھ میری مکدر ہو گئی ہے۔ چونکہ یہ شخص بہت بڑا آدمی تھا اسلئے اس کی ایک خصوصیت بھی اور وہ یہ کہ ہر روز اسکے لئے گھر سے کھانا اور نئے کپڑے پہننے کے لئے آتے تھے۔ حالانکہ یہ بات اور کسی کو حاصل نہ تھی۔ کیونکہ باقی سب کے لئے ہفتہ میں صرف دو بار کھانا کپڑے آتے تھے۔ اب سوال ہوگا کہ حکومت نے اس شخص کو میری جستجو کے لئے کیوں بھیجا اور اسے اس کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اس ملک میں لامذہبی اغلب بے دینی بہ نسبت دوسرے ممالک کے بہت زیادہ ہے اسلئے حکومت مذہبی آدمیوں کو برا سمجھتی اور شک کی نگاہوں سے دیکھتی ہے۔ جنگ عظیم جو ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئی تھی اس میں روس کا زار

نکلائی قتل کیا گیا تھا جس کے بعد پہلا شخص جو تخت حکومت پر متمکن ہوا اور پریزیڈنٹ بنا اس کا
نام لینن تھا جس نے پریزیڈنٹ ہوتے ہی کہا کہ

6yK Huam

Ca Cell mbapaw ecmb

بگ نہت سب سیم توارشں ییسنت - یعنے خدا کوئی نہیں۔ سب آپس میں دوست اور
رفیق ہیں۔ چونکہ یہ آواز بہت بڑے انسان کے منہ سے نکلی تھی اسلئے اس کا اثر تمام ملک
پر پڑا اور اسکے رعب کی وجہ سے لوگوں کے دل مرعوب ہو گئے۔ حتیٰ کہ خدا کی ہستی کا بھی
علانیہ طور پر اقرار کرنا گویا اپنے آپ کو دُکھ اور تکلیف میں ڈالنا سمجھا گیا اور اسوقت کئی پادری
قتل کئے گئے کتنے ہی عالم مارے گئے اور کئی جلاوطن کئے گئے کیونکہ ان کے متعلق یہ خیال
کیا گیا کہ یہ لوگ مذہب کی آڑ میں فتنہ پیدا کر کے ملک کو تباہ کرنے والے ہیں اور حکومت کے
نزدیک بھی در اصل مفسد اور ملک کے دشمن ہیں۔ پس یہی وجہ تھی کہ روسی گورنمنٹ مذہب کی
اشاعت کو اور مذہب کا دم بھرنے والوں کو اس ملک میں طرح طرح کے دُکھوں اور تکلیفوں میں
ڈالتی تھی۔ پس جب وہ اپنے ملک کے مذہبی باشندوں کو دکھ دیتی اور اشاعت مذہب کو ناپسند
کرتی تھی تو ایک غیر ملک کے باشندے کو تبلیغ کرتے دیکھکر کیوں نہ بھڑکتی اور اسے دُکھ دینے
سے باز رہتی۔ چونکہ مذہب کی طرف سے وہ لوگ بالکل بے پرواہ ہو چکے ہیں اسلئے وہ میرے
بارے میں یہ سمجھ ہی نہیں سکتے تھے کہ ایک شخص محض مذہب کی اشاعت کیلئے۔ دین کے پھیلانے
کے لئے کس طرح اپنے ملک سے بے ملک ہو کر اور عزیز و اقارب کو چھوڑ کر اپنے تمام آراموں کو
چھوڑ کر اپنے آپ کو اتنی جوکھوں میں ڈال سکتا ہے؟ اسلئے وہ میرے متعلق خیال کرتے تھے
کہ یقیناً اسکے اندر کوئی اور غرض ہے جس کو یہ شخص مذہب اور دین کی آڑ میں چھپاتا ہے۔ اور یہ
یا تو جاسوس ہے یا ایک ایسے فرقہ کی طرف سے آیا ہے جس کی غرض ملک پر حکومت کرنا ہے اسلئے
وہ میرے بارہ میں بہت شک کرتے اور مختلف رنگ اور طریقوں سے میرا بیان لیتے اور دریافت
حال کرنے کے لئے بہت لمبی تحقیق کرتے تھے۔ اس شخص یعنی عبدالقادر نے میرے متعلق حکومت
کو کس قسم کی خبریں دینی شروع کیں اور اس نے کس طرح حکومت کو میرے خلاف کیا یہ بتلانے
سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ وہ بیان اور استنطاق جو میرا ساتھ ساتھ ہوتا رہتا تھا
پہلے اس کا کچھ ذکر کر دوں۔

جب میں تاشقند میں آیا تو اسکے دس دن بعد مجھکو بیان دینے کے لئے سپاہی کے ذریعہ

لیجایا گیا۔ زماں پر قیدی کو ہتھکڑی یا بیڑی لگانے کا طریق نہیں ہے بلکہ دو سپاہی دائیں بائیں تلوار کو میان سے نکالے ہوئے مجرم کو لیجاتے ہیں۔ میرا یہ طریق تھا کہ جب بھی میں بیان دینے کے لئے جاتا تو وضو کرنے کے بعد یہ دعا کر کے جاتا کہ اے خدا میرے پاس ایک امانت ہے جسکو تیرے قائم کردہ خلیفہ نے میرے سپرد کر کے یہاں بھیجا ہے تو مجھکو سچ اور درست بیان دینے کی توفیق دے۔ اور ایسا نہ ہو کہ میرے کسی بیان سے یا کسی فعل اور حرکت سے اس پیغام پر یا اس امانت پر جو میں لایا ہوں برا اثر پڑے اور ان لوگوں کو اس سلسلے سے بدگمانی ہو۔ نیز مجھکو حضرت اقدس خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا یہ کلام بھی ہمیشہ سامنے رہتا تھا کہ ~

جب میں پہلی دفعہ بیان دینے کے لئے لیجایا گیا تو جس شخص نے میرا بیان لینا تھا وہ مذہباً مسیحی اور بہت ہی رحم دل منصف مزاج نوجوان تھا۔ اسنے مجھے بڑی محبت سے کرسی دی جب میں کرسی پر بیٹھ گیا تو اسنے پھل منگوائے جو مجھے بھی دیئے اور خود بھی کھائے اور ترجمان کو بھی کھلائے۔ اسکے بعد اسنے ترجمان کے ذریعہ جو ترک تھا اور فارسی و روسی زبان خوب جانتا تھا۔ میرا بیان لینا شروع کیا۔ دوران بیان میں اسنے مجھ سے سوال کیا کہ بانی سلسلہ احمدیہ کے کیسے خیالات تھے؟ اسنے ماننے والوں کو کیا تعلیم دی؟ جسپر مینے مختصراً بتلایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی اصلاح کیلئے اسی طرح آیا جس طرح کہ پہلے زمانہ میں خدا کے مامور و مرسل آتے رہے یہ کوئی نئی شریعت لیکر نہیں آیا۔ بلکہ اسلام اور قرآن کریم کو ہی جس کو مسلمان مانتے ہیں صحیح صورت میں پیش کرنے کے لئے ظاہر ہوا۔ کیونکہ اس زمانہ میں اسلام اور قرآن کے ہوتے ہوئے بھی مسلمان اس کی اصلی تعلیم سے بے بہرہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ مینے حضرت اقدس کا وہ لیکچر جو احمدی اور غیر احمدی میں فرق کے نام سے شائع ہو چکا ہے ہاتھ میں لیکر اسے بتلایا کہ اس میں جہاں حضرت اقدس نے احمدیوں اور غیر احمدیوں میں جو فرق ہے اسے بتلایا ہے وہاں جماعت میں شامل ہونے والوں کیلئے جو دس شرائط مقرر کی ہیں وہ بھی اسکے آخر میں درج ہیں اور یہی وہ تعلیم ہے جس کو ماننے سے انسان جماعت احمدیہ میں داخل ہو جاتا ہے چنانچہ اسکے حکم سے میں فارسی میں ترجمہ کر کے ترجمان کے ذریعے وہ دس شرائط بیعت سنانے لگا جس کو وہ لکھتا بھی رہا۔ چونکہ وہ تعلیم ایک مقدس اور مطہر انسان کی تعلیم تھی۔ مینے دیکھا کہ نہ صرف

اس ترجمان پر بلکہ اس بیان لینے والے رسیمی پر بھی اسکا بہت اچھا اثر ہوا اور اس نے ان دس شرائط بیعت کے الفاظ کو فارسی سے روسی زبان میں لکھکر محفوظ کر لیا۔ اور باقی اس سارے رسالے کا بھی روسی زبان میں جلد ترجمہ کروالیا۔ تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم اور آپکے خیالات کا ان کو علم ہو۔ اور یہ حضرت اقدس کا پہلا رسالہ تھا جو روسیوں کے ہاتھ اردو سے روسی میں ترجمہ ہو کر آیا جس کو کہ حکومت کے آدمیوں نے پڑھا۔ دوسرے دن یہی حاکم اسی ترجمان ترک کو اپنے ساتھ لیکر قیدخانہ کے کمرہ میں آیا۔ اور مجھ سے سوالات کرنے لگا۔ بعض سوالات سیاسی تھے بعض مذہبی۔ ایک سوال اس نے مجھپر یہ بھی کیا کہ پنجاب میں جو تحریک گاندھی۔ محمد علی۔ شوکت علی کی انگریزوں کے خلاف اٹھی ہوئی ہے اسکے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟ میں نے اسکو کہا کہ ہم ایک امام کے ماتحت کام کرتے ہیں اور ہر ایسی حرکت جو ملک میں امن و سکون کے مخل ہو اور بغاوت کی اس میں کوشش ہو اس سے مجتنب رہتے ہیں اور امن و سکون کو قائم رکھنے کے لئے جس جگہ بھی ہوں حاکم وقت کے بازو بنتے ہیں۔ اسی طرح اور بہت سے سوال اس نے مجھ پر کئے۔ اور اخیر میں دوبارہ بیان لینے کے بعد کہا کہ آپکا تمام بیان ماسکو بھیجدیا جائیگا اور وہاں سے دریافت کر کے آپکو آپکے ملک کی طرف روانہ کر دیگے یہ شخص دوبارہ بیان لینے کے بعد وہاں سے تبدیل ہو گیا اور میرا بیان ایک دوسرے وکیل کے سپرد ہوا۔ یہ شخص نوجوان تاتار کا رہنے والا تھا اور بہت بڑا عالم تھا پہلے مسلمان تھا پھر بالشویکی آواز پر دہریہ ہو کر حکومت میں آگیا تھا۔ یہ شخص بہت بڑا نقاد تھا اس نے مجھ پر مختلف پہلوؤں سے سوال کرنے شروع کئے۔ کبھی مجھکو ترکوں کی طرف سے جاسوس خیال کر کے۔ کبھی بابی مذہب کا آدمی خیال کر کے اور کبھی یہ کہ میں جیسے کہ خود کہتا ہوں اسی طرح کہ میں احمدی فرقہ کا مبلغ ہوں مگر اس فرقے کے کیا خیالات ہیں۔ طریق اشاعت طریق انتظام کیسا ہے؟ خلیفہ کے کیا حقوق ہیں۔ اس طرح کئی سوالات اسکے متعلق کرتا اور کبھی خود ہی یہ خیال کر کے کہ یہ لڑکا ہوشیار۔ سیاسی اور پولیٹکل لڑکا ہے۔ عجیب سوالات کرتا۔ الغرض مختلف خیالات میرے متعلق پیدا کر کے مجھ سے بیان لیتا رہا بعض دفعہ شام کے وقت مجھ سے بیان لینا شروع کرتا اور ساری ساری رات بیان لیتا رہتا سلسلہ کے متعلق مفصل طور پر اس نے مجھ سے دریافت کیا۔ مبلغوں کے نام۔ مناظروں کے نام جہاں جہاں ہمارے مشن اور ان میں کام کرنے والے مبلغوں مشنریوں کے نام۔ جماعت کی تعداد اخبارات رسالوں کی تعداد۔ غیر مبائعین کے حالات۔ ان کے مبلغوں۔ مشنوں کی تفصیل

وجہ اختلاف۔ الغرض پورے طور پر تفصیل کے ساتھ اسنے میرا بیان لیا۔ اللہ تعالےٰ کی حکمت
پہلا شخص جس نے میرا بیان دو بار لیا وہ میرے بیان کو دیکھکر میری عاجزی اور محبت کو دیکھکر
نیز اس وجہ سے بھی کہ وہ مسیحی تھا اس کی رائے میرے متعلق بہت اچھی اور عمدہ تھی اور ترجمان بھی
دوسری بار بیان لینے کے بعد معاً سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوگیا اور مجھکو فارسی زبان میں خود کہا کہ
میں احمدی ہوگیا ہوں اور اسلئے ان وقتوں میں جبکہ مجھپر بہت بہت شک ہونے لگے تو اس نے
میرا ساتھ دیا اور پورے طور پر میری مدد کرتا رہا اور مجھکو تسلی دیتا رہا۔ کئی بار جب حاکم پیچیدہ سوال کرتا
تو وہ مجھ کو اشاروں سے بتلا دیتا کہ اسکا اس طرح پر جواب دو۔ وہ شخص جو تاشقند کے قیدخانہ میں
میرے حالات کی جستجو کے واسطے قیدی کی حیثیت سے میرے کمرے میں لایا گیا کہ جس کا نام عبد القادر
تھا اسنے ایک طرف مجھ سے مسائل دریافت کرنے شروع کئے خصوصیت سے وہ مسائل جو اسوقت
وہاں کے علماء کے اندر جاری تھے۔ مولانا روم کی مثنوی۔ گلستان دوسری اور بعض اسلامی کتب
کو قیدخانہ میں منگوایا اور مجھ سے مسائل میں گفتگو کرتا رہا۔ تین چار دن کے اندر اسنے میرے متعلق
حاکم کو خبر دی کہ یہ شخص بہت بڑا عالم ہے اور جس قدر قرآن سے احادیث سے اسکو واقفیت ہے
تاشقند میں جو سب سے بڑا عالم ہو جسے مُلّا شامی کہتے ہیں اسکو بھی ایسی واقفیت نہیں ہے
وہ جتنی میری تعریف کرتا حکومت کو اتنا ہی زیادہ میرے متعلق شک پیدا ہونے لگ گیا۔ اور سمجھا
جانے لگا کہ جب یہ اتنا بڑا عالم اور سمجھدار ہے تو اسنے کیوں بغیر پاسپورٹ کے ہمارے ملک میں آنے کی
کوشش کی؟ اس کی ضرور کوئی وجہ ہے جس کو کہ یہ چھپاتا ہے اور ہمارے آگے ظاہر نہیں کرتا ہے
مگر باوجود اسکے کہ قیدخانہ کے سب سے بڑے حاکم نے میرے حالات کے بارے میں سپاہیوں سے بھی
پوچھا۔ اور ان قیدیوں کو بھی باری باری بلا کر پوچھا کہ یہ کس قسم کی باتیں کرتا ہے۔ اس طرح اور
ذرائع سے بھی اسنے میرے حالات معلوم کرنے کی کوشش کی۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ جس قدر وہ
بڑا حاکم تھا اللہ تعالےٰ نے اس کو اتنی ہی بڑی سمجھ بھی دی تھی۔ اس کا نام بیلسکی تھا۔ ایک ماہ تک
وہ شخص (عبد القادر) میرے کمرہ میں رہا۔ اور ہر روز مختلف مسائل کے متعلق مجھ سے پوچھتا اور سب سے
بڑی جستجو اس امر کی ہوتی کہ آجکل مسلمانوں کی حالت کیوں بہت خستہ اور بہت ہی خراب
ہے اور یہ کب درست ہوگی؟ کیا مسلمان بھی حکومت کرینگے یا نہیں؟ دجال کب آئیگا؟ حکومت
کب مسلمانوں کو ملیگی؟ کفر کب مٹیگا؟ اس ظالم حکومت سے مسلمانوں کو کب رہائی ہوگی؟ مجھ سے
اس قسم کے سوالات مختلف طریق سے کرتا رہتا اور مجھے وہ اچھے سے اچھا کھانا بھی کھلاتا

دیا کرتا تھا جس کو بیں بسا اوقات رد کر دیتا تھا کیونکہ میری طبیعت مجھکو اس کا کھانا لینے سے منع کرتی تھی۔ ہاں محبت اور اخلاص سے دیا ہوا کھانا میں رد نہیں کرتا تھا۔ خدا کی حکمت کہ جس دن یہ قید کے کمرے میں لایا گیا اسی دن تقریباً ۱۵ بڑے بڑے تاجر مسلمان شہر تاشقند کے اس کا شکار ہو کر اور محض اس کی وجہ سے قید خانہ میں لائے گئے۔ لائے تو وہ اسکے سبب سے گئے۔ مگر اللہ تعالے کو منظور یہ تھا کہ وہ اس مائدہ سے حصہ لیں جو اللہ تعالے نے اس زمانہ میں اُتارا ہے۔

الغرض ہر وہ مسئلہ جو مجھ سے پوچھتا - - وہ میرے کمرے والے ساتھ کے کمرے والوں کو بھی بتلاتے اور میری ایک دوسرے سے بہت تعریف کیا کرتے تھے بیں بعض اوقات بعض چیزیں جو مجھکو کھانے کے لئے ملتی تھیں بعض روسی قیدیوں کو بھی جو قید خانہ کے دوسرے کمرے میں ہوتے دیدیتا تھا۔ چنانچہ میں اپنے ساتھ ایک لپٹن چائے کا ڈبہ لیکر گیا ہوا تھا جو مجھکو تاشقند کی قید میں رمضان کے مہینہ میں دیا گیا۔ مینے اس چائے میں سے نصف پونڈ کاغذوں میں رکھکر اپنے تمام کمرے والوں کو دی۔ اور کچھ اردگرد کے کمرے والوں کو۔ جن میں بعض مسلمان تھے اور بعض روسی جو کہ میرے واقف ہو چکے تھے۔ اور اسی طرح میں جب کبھی بھی موقع ملتا ان سے ایسا ہی سلوک کرتا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی یوم کے اندر اندر میرے قید کے کمرے والے میرا اس قدر احترام کرنے لگ پڑے کہ میرا کھانا باہر سے جو حکومت سے مجھکو ملتا تھا خود لا لاتے۔ چائے بھی خود لاتے میرا بستر بھی بچھا دیتے۔ اور وضو وغیرہ کے لئے جب مجھکو پانی کی ضرورت ہوتی تھی تو لے آتے اور بسا اوقات مجھکو وضو بھی کروا دیتے تھے۔ پندرہ دن کے بعد غسل کے حمام پر جو قید خانہ سے کچھ فاصلہ پر ہوتا تھا قیدیوں کو لیجایا جاتا وہاں تمام روسی۔ ارمنی بعض مسلمان بھی ننگے ایک ہی جگہ غسل کیا کرتے تھے مگر بعض ترک مسلمان وہیں کچھ پیسے زیادہ دیکر اچھی جگہ پردہ کروا کر غسل کرتے تھے اور مجھکو بھی وہ ساتھ لیجا کر وہیں غسل کرا دیتے تھے اور خود ہی میری طرف سے پیسے دیدیتے تھے مینے قید میں اس امر کا اچھی طرح تجربہ کیا کہ اگر انسان سچے دل سے بنی نوع مخلوق کے متعلق اپنے اندر محبت رکھے۔ بے نفسی۔ ایثار۔ مروت سے کام لے تو اس کا قلوب پر جس قدر اثر پڑتا ہے وہ اور کسی چیز سے نہیں پڑتا۔ کئی روسیوں کو جن کو مجھ سے واسطہ پڑتا وہ مجھ سے بہت محبت کرتے بعض مجھکو اپنا ایڈریس بھی دیتے کہ رہا ہونے پر آپ ہماری جگہ آئیں اور ہمارے ساتھ رہیں۔

تقریباً ایک ماہ کے بعد اسی شخص نے جس کا نام عبدالقادر تھا میرے متعلق حکومت کو خبر دیدی کہ یہ شخص جاسوس ہے اور سیاسی امور کا بہت بڑا واقف ہے۔ پس اس کا یہ خبر دینا ہی تھا کہ

حکومت میرے متعلق زیادہ سے زیادہ شک کرنے لگ گئی اور میرے کمرے کے اندر دو تین اور آدمی بھی میری جستجو کے لئے بھیجدیئے گئے۔ میرے کمرے کی کھڑکی کے سامنے دوسرے کمرے کی کھڑکی تھی وہاں بھی دو تین آدمی انہوں نے مقرر کر دیئے۔ جو باری باری میری حرکات کو دیکھتے رہتے اسی طرح میرے کمرے کے ساتھ جو دوسرا کمرہ تھا جہاں کہ تمام روسی رہتے تھے اور انہیں دوسرے کمرے میں آنے کی اجازت تھی وہاں دو تین جاسوس مقرر کر دیئے۔ جن میں سے ہر ایک تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آتا اور جاتا۔ اور مجھکو آکر دیکھتا کہ یہ کیا کرتا ہے۔ اسی طرح جب قدم زدن کے لئے صبح کے وقت ہم باہر نکلتے تو دونوں طرف ایک ایک دو دو سپاہی بیٹھے رہتے جو کہ میری شکل اور میری چال کی طرف بغور دیکھتے رہتے۔ اسی طرح میرے دائیں اور بائیں۔ آگے اور پیچھے آدمی چلتے رہتے تاکہ مجھکو کسی سے کلام کرتے دیکھکر میری بات کو سنیں اور معلوم کریں کہ یہ کیا بات کرتا ہے۔ جب مجھپر اس قدر کثرت سے شک ہونے لگے تو مینے دیکھا کہ میرے کمرے والے جو ایک وقت مجھکو کھانا دیتے تھے مجھکو پاس بٹھاکر چائے پلاتے تھے نصیحت و وعظ سنتے اور مسئلے دریافت کرتے تھے انہوں نے کھانا دینا۔ اپنے پاس بٹھانا۔ چائے پلانا سب بند کر دیا۔ اور میری کلام تک سننا چھوڑ دیا حتیٰ کہ میری طرف دیکھنا بھی اپنے لئے مصیبت خیال کرنے لگے۔ کیونکہ حکومت کو ان دنوں اس امر کی بڑی جستجو تھی اور معلوم کرنا چاہتی تھی کہ قیدیوں میں سے کون کون اسکے خیالات قبول کر گیا ہے اسلئے ان قیدیوں کا مجھ سے ہر قسم کا میل ملاپ جو پہلے تھا وہ چھوٹ گیا۔ چونکہ میرے جاسوس ہونے کے متعلق جس نے خبر دی تھی وہ ایک تو مسلمان تھا دوسرا حکومت کا آدمی تھا جس پر کہ حکومت کو پورا اطمینان تھا۔ تیسرے وہ پہلے کئی دن تک میری بڑی تعریف کرتا رہا تھا۔ چوتھے حاکم خود بھی شک کرتے تھے کہ اتنا بڑا عالم اور سمجھدار بغیر وجہ کے اپنے رشتہ داروں اور ملک کو چھوڑ کر نہیں آسکتا اس کی کوئی غرض ضرور ہے جس کو یہ ظاہر نہیں کرتا۔ ان تمام حالات کی بناپر حکومت کے اکثر آدمی میرے سخت مخالف ہوگئے۔ اور ان کے ارادے میرے متعلق بدل گئے۔ اور میرے متعلق فیصلہ ہوگیا کہ اسکو قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ جاسوس کی سزا ان کے ہاں خواہ ان کا اپنا ہی آدمی کیوں نہو۔ گولی مار دینا ہے۔ چنانچہ انہی دنوں ایک روسی کو موٹر پر بٹھاکر میرے ساتھ کے کمرہ سے باہر لیگئے اور اسی الزام میں اسکو گولی مار کر قتل کر دیا تھا۔ یہ بھی اللہ تعالےٰ کا فضل تھا کہ اسوقت تک بھی کئی سپاہی اور بعض حاکم میری طرف مائل اور میرے قتل کو کسی صورت میں بھی دیکھ نہیں سکتے تھے۔ ان آدمیوں میں سے جو میری طرف مائل تھے ایک تو وہ مسیحی حاکم تھا جس نے تاشقند

کی قید میں میرا سب سے پہلے دو دفعہ بیان لیا تھا۔ ایک وہی ترجمان اور ایک جمعدار تھا جو پہلے عشق آباد (میری قید کے زمانہ میں) تھا پھر جب میں تاشقند لایا گیا تو یہ بھی تبدیل ہو کر تاشقند کی اسی جیل خانہ میں جس میں کہ میں تھا آگیا تھا۔ وہ مجھ پر بہت ہی مہربان تھا اور میری بڑی مدد کرتا تھا۔ جب میرے خلاف حکومت کے ارادے بدل گئے۔ میرے قتل ہونے کے فیصلے ہو گئے تو حکام کو یہ خیال ہوا کہ ہمارے اپنے آدمی نے خبر دی ہے کہ یہ جاسوس ہے تاہم حجت قائم کرنے کے لئے اسکو بیان کے ذریعہ یا کسی اور ذریعہ سے ایسا قابو کیا جائے کہ سب سے بڑے حاکم کو ہم یقین دلا سکیں کہ یہ جاسوس ہے اور ویسے بھی کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہ جائے۔ اس وجہ سے وہ کثرت سے میرے ارد گرد جاسوس رکھ کر مجھکو ملزم بنانے کے درپے ہوئے۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی اور معلوم کیا کہ مجھ پر اب کثرت سے شک کئے جا رہے ہیں اور ہر طرف سے اور ہر وقت میری طرف ٹکٹکیاں لگی رہتی ہیں۔ اور میرے مدد کرنے والوں نے بھی ظاہری طور پر میری مدد کرنی چھوڑ دی ہے تو اسوقت میں اپنی زندگی سے ناامید ہو گیا اور مجھکو یقین ہو گیا کہ اس ملک میں احمدیت کی تخم ریزی میرے خون سے ہوگی۔ اور اب میرے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ پس اسوقت میرے دل میں جو بہت بڑی خواہش پیدا ہوئی یہ تھی کہ اے خدا! میں ایک بار پھر دار الامان کو دیکھ لوں اور حضرت اقدس کی زیارت کر لوں۔ لیکن بعد میں اس خواہش کو بھی میں نے اپنے نفس سے نکال ڈالا اور اللہ تعالےٰ کی طرف پوری توجہ کی۔ اور دل نے بے اختیار یہ کہا کہ اے خدا میں سچے طور پر اپنے آپکو تیرے حوالہ کرتا ہوں اور اپنی ہر خواہش کو چھوڑ کر تیری طرف رُخ کرتا ہوں۔ ہاں اے خدا! تو احمدیت کو اس زمین میں پھیلا اور ان لوگوں کے چہروں کو دلوں کو اور سینوں کو منوّر کر۔ اور میرے لئے وہی کر جو تیرے حضور بہتر ہے۔ اسی دن میں نے ایک شخص کو (جس کا نام محمد حسین تھا اور جو بخارا سے آیا ہوا اور احمدی ہو چکا تھا) اپنے پاس بلا کر پیغام دیا کہ اے میرے بھائی میں تجھکو خدا کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ تمھیں خواہ پیدل سفر کیوں نہ کرنا پڑے۔ راستہ میں فاقہ کشی بھی کیوں نہ اختیار کرنی پڑے اور اسی طرح راستہ میں کتنے دن کیوں نہ صَرف ہوں۔ قادیان میں جا کر میرے آقا کو یہ پیغام میری طرف سے پہونچا دینا کہ ایک شخص جس کو آپ سے بہت بڑی محبت اور بہت بڑا تعلق تھا اور جس کو آپ نے ترکستان کی زمین میں محمد امین خان کے ساتھ روانہ کیا تھا وہ ترکستان کی زمین میں اور روسی قید میں رہکر آخر قتل کر دیا گیا اور قتل ہوتے وقت اسکے اندر ذرہ بھر بھی بے چینی اور بزدلی نہیں آئی اور وہ جری بنی کا جری فرزند تھا اور اسی کی مرضی کی فرزندی کا دم بھر رہا تھا جس نے اوّل کہے کہ لاف عشق زند منم کی روح

اسکے اندر ڈالی ہوئی تھی۔ اور آخری وقت جو آواز اسکے منہ سے نکلی وہ یہ تھی کہ خدا ہے اور یقیناً ہے جس کا کامل مظہر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تھا جو آج سے تیرہ سو برس بیشتر عرب کی وادیٔ مکہ میں آیا اور دوبارہ پنجاب کے ملک میں غلام احمدؑ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور میرے آقا کو یہ کہدینا کہ اسکے دل کے اندر احمدیت کی اشاعت و ترقی کی بہت بڑی خواہش موجزن تھی جس کے لئے وہ خوشی اور فخر کے ساتھ جان دیگیا۔ اسی دن ایک اور شخص جو دراصل بھیو کا باشندہ تھا مگر بخارا میں مدتوں سے چا کی دوکان کرتا تھا قید ہو کر بخارا سے تاشقند کی قید میں لایا گیا اسکو حکومت نے میرے ساتھ کے کمرہ میں جہاں تمام روسی رہتے تھے اُتارا تھا تاکہ وہ میرے کمرے میں آکر مجھ سے کبھی کبھی کلام کرے اور میرے متعلق حکومت کو خبر دے۔ ایکدن میرے ہاتھ میں حمائل شریف دیکھکر اسنے شک کیا کہ خدا معلوم یہ کیا کتاب ہے شائد کوئی اور کتاب ہے۔ اسنے میرے کمرے میں آکر مجھ سے دریافت کیا کہ یہ کونسی کتاب ہے؟ میرے اندر اس وقت ایک عظیم جوش تھا اور احمدیت کی اشاعت کا خیال زوروں پر تھا۔ مینے اس کو کہا کہ یہ وہ کتاب ہے جس کے ایک ایک ورق پر نہیں بلکہ ایک ایک سطر پر فقرے اور لفظ پر میرے بدن کا ذرہ ذرہ عاشق و نثار ہے یہ میری زندگی ہے۔ یہی میرا چین اور آرام ہے اگر اسکی اشاعت کے لئے میرے بدن کا ذرّہ ذرّہ ایک بار نہیں لاکھ بار غبار ہو کر اُڑ جائے تو میں اسکو بھی کم سمجھتا ہوں میں اس کتاب کا عاشق ہوں۔ اسکے بعد مینے عبداللہ خان کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور اس کی راہ میں ایک موت کیا ہزاروں موتوں کو بھی اپنے اوپر لینا فخر سمجھتا ہوں۔ تُو کیوں ڈرتا اور خوف کھاتا ہے وہ چیز جس نے یقیناً تیرے اوپر آنا ہے پھر اس سے اگر آج خدا کے لئے وہ تجھ پر آئے تو تُو ڈرتا اور خوف کھاتا ہے پس تو بہادر بن اور ہرگز نہ ڈر کہ یہی چیز ہے جس کو میں لے کر آیا ہوں اور یہی چیز ہے جس کو میرے آقا نے جو اس زمانہ کا مہدی اور مسیح ہے۔ ہمکو دی ہے۔ سو اگر میں قتل کیا گیا تو تُو نے قیامت کے روز خدا کے آگے میرے متعلق گواہی دینی ہوگی اے خدا یہ شخص دنیا میں تیری محبت اور تیرے نام کے بلند کرنے کا دم بھرتا رہا۔ اور یہ کہتے کہتے میری آواز اس قدر بلند ہو گئی کہ باہر سے ایکدو حاکم بھی اندر کی طرف آگئے اور میرے کمرے کے سامنے آکر ٹہلنے لگ پڑے۔ اتنے میں میں اپنی بات پوری کر چکا تھا۔ میں نے دیکھا جس وقت میرے اندر سے یہ آواز نکلی تو عبداللہ خان بے اختیار بول اُٹھا کہ میں بھی

کسی سے نہیں ڈرتا مجھ کو بھی اگر جان دینی پڑے تو میں ہر وقت خدا کے لئے جان دینے کو تیار ہوں۔ یہ شخص جسنے مجھ سے یہ سوال کیا تھا کچھ دیر کے بعد خاموش ہو کر اپنے کمرے میں چلا گیا اور مجھ سے کچھ تعارض نہ کیا۔ کئی بار عبد القادر اس امر کو معلوم کرنے کے لئے کہ کون کون اس کی طرف مائل ہے اور اُسنے اسکے خیال کو قبول کر لیا ہے۔ مجھ سے اُن دو مُلّانوں کو (جو حکومت کیطرف سے قید میں میرے خلاف عبد اللہ خان کو اُکسانے اور دیگر لوگوں کو مجھ سے بدظن کرانے کے لئے لائے گئے تھے) مجھ سے لڑواتا اور مجھکو تنگ کرواتا رہتا تھا تاکہ وہ معلوم کر سکے کہ کون اس کا ساتھ دیتا ہے۔ مگر میں حتی الوسع اسکے اس معاملہ کو دیکھکر صبر کرتا۔ خاموش رہتا اور ان کو کچھ نہ کہتا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ بعض اوقات میری قید کے کمرہ سے بے اختیار بعض آدمیوں نے ان کو ڈانٹا اور روکنا کہ مجھ سے وہ نہ لڑیں۔ میری یہ عادت تھی کہ جب کثرت سے مجھ پر شک کئے جانے لگے اور ساتھ کے کمرے والے یا باہر سے نئے میرے کمرے میں آنیوالے مجھ سے میرے حالات پوچھا کرتے تو میں حتی الوسع خاموش رہتا اور ان کو کچھ نہ کہتا۔ تا وہ میرے متعلق غلط خبر حکومت کو نہ دیدیں اور سلامۃ الانسان فی حفظ اللسان کے سبق کو ذہن میں رکھکر اپنے کام میں مگن رہتا تھا۔ میں ان دنوں میں مولانا روم کی مثنوی، گلستان کامل التعبیر و دیگر ایک دو کتب کا جو قید میں مجھکو مل گئی تھیں مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ میرے بیان لینے والے نے جو سرکاری وکیل تھا عبد القادر کے کہنے سننے کے بعد کہ میں جاسوس ہوں اور سیاسی آدمی ہوں میرے بیانات میں بہت پیچیدگیاں ڈالنے کی کوشش کی تاکہ کسی نہ کسی طرح مجھکو ملزم ٹھہرائے۔ ایکدن اسنے مجھکو بیان کے لئے بلوا کر پوچھا کہ یہ مجھے بتلاؤ کہ تمھارے نزدیک خواہ کوئی بادشاہ یا حاکم ہو اس کی اطاعت تمھارے مذہب کی رو سے لازم ہے؟ مینے کہا ہاں لازم ہے۔ اس کا منشاء اس سوال سے یہ تھا کہ جب اطاعت لازم ہے تو پھر کیوں نہ تسلیم کیا جائے کہ تو اسی بنا پر حکومت انگریزی کی طرف سے اور اس کے حکم سے جاسوسی کے لئے یہاں آیا ہے۔ چونکہ وہ اپنے سوال کے اصل منشاء کو ظاہر نہ کرتا بلکہ چھپاتا تھا اسلئے مجھ کو کہا کہ اچھا تم اپنے ہاتھ سے یہی جواب جو تمنے ابھی دیا ہے لکھدو۔ یہ کہکر اسنے اپنے ہاتھ سے سوال لکھا اور پھر وہی کاغذ مجھے دیا تا میں اس کا جواب لکھکر اسپر اپنے دستخط کر دوں۔ مینے اسپر لکھدیا کہ ہاں اطاعت از روئے مذہب لازم ہے لیکن اگر وہ حاکم یا شاہ وقت ایسے کاموں سے روکے یا ایسے کاموں کے کرنے کا حکمدے جن سے

کہ خود مذہب نے منع کیا ہو یا جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہو تو باستثنا ان کاموں کے
میں باقی امور میں اپنے حاکم کی اطاعت کرونگا مثلاً اگر حاکم کہے کہ نماز مت پڑھ۔ روزہ نہ رکھ۔
یا یہ کہ تو شراب ضرور پی۔ یا جاسوسی کر تو چونکہ یہ باتیں قرآن کریم کے صریح خلاف ہیں۔ کیونکہ قرآن
نے نماز کے پڑھنے اور روزہ کے رکھنے کا حکم دیا ہے اور شراب پینے اور جاسوسی کرنے (لا تجسسو
تجسسوا) سے منع کیا ہے۔ اسلئے یہ کام نہ کرونگا۔ اگرچہ حاکم مجھکو کتنا ہی کیوں نہ کہے۔ جب ترجمان نے
اسکو یہ پڑھکر سنایا تو وہ بہت ناراض ہوا اور غضب آلود ہوکر کہنے لگا کہ جب خدا نے تمکو
یہ حکم دیا ہے کہ حاکم ہر جگہ میں ہی بنا تا ہوں تو اسکے بنائے ہوئے حاکم کی یا بادشاہ کی
اطاعت تو خدا کی اطاعت ہے۔ اسلئے اگر وہ تم کو جاسوسی کے لئے دوسرے ملک میں
روانہ کرے تو تم کس طرح انکار کر سکتے ہو؟ اس سے تو پھر خدا کے حکم کی نافرمانی ہوگی۔
مینے اس کو اس کا جواب دیا کہ اسی خدا نے جسنے شاہ وقت کی اطاعت کا حکم دیا ساتھ ہی
بعض باتوں کے متعلق خود ہدایات ہمکو دیکر بتلا دیا کہ ان امور میں تم میری ہی بات کو تسلیم
کرو۔ ... اسنے کہا کہ اگر وہ تم کو مجبور کرے اور سزا دے حتیٰ کہ قتل کرنے کا حکم دے کہ اگر تم اس کے
حکم کو نہ مانو تو پھر بتلا تو اسوقت کیا کرے گا؟ مینے کہا کہ اگر مجھ کو پورا یقین ہو جائے کہ
... اس حکم کو نہ تسلیم کرنے کے سبب قتل کیا جاؤنگا تو ایسی حالت میں شائد موت سے ڈر کر
... حاکم کو کہدوں کہ میں جاسوسی کے لئے دوسرے ملک میں جاتا ہوں کیونکہ زندگی ہر ایک کو
پیاری ہے۔ اس سوال سے اسدن میں سخت گھبرایا کہ خدا معلوم وکیل کا اس سے کیا منشاء
... ترجمان نے مجھکو تسلی دی اور فارسی میں کہا کہ فکر نہ کریں صحیح اور درست جواب ہے
... سرکاری وکیل نے اسی قسم کا ایک اور سوال کیا جسکے جواب میں مینے کہا کہ اول تو ہمیں
سیاسیات سے کوئی لگاؤ نہیں بلکہ ہمارا اصل کام اشاعت دین کرنا ہے۔ لیکن اگر ہمارا ملک
دشمن کی زد میں ہو اور بادشاہ ہمیں ملک کی حفاظت کے لئے جنگ کرنے کا حکم دے تو ایسی
حالت میں ہم اسے ملکی جنگ سمجھیں گے اور حسب ضرورت بادشاہ کی اطاعت کے خیال سے
... ملک کے بچاؤ کے لئے جنگ میں شریک ہو جائینگے۔ اور اس وقت ہم یہ نہیں
... مقابل فوج میں جو احمدی ہیں کہیں وہ نہ مارے جائیں۔ کیونکہ یہ جنگ ملکی ہوگی
اور اسوقت ہر ایک کو اپنے ملک کا مفاد اور اسی کی حفاظت ہی مدنظر ہوگی۔
الغرض اور بھی بہت اسی قسم کے سوالات مجھ سے کرتا رہا جس کا میں اپنی سمجھ کے مطابق

مناسب جواب دیدینا۔ جب میں بیان دینے کے لئے جاتا تو میری طرف کئی حاکم اس طور سے کہ مجھکو اسکا علم نہ ہو دیکھتے اور دیکھ دیکھ کر چلے جاتے۔ چنانچہ ایک حاکم کمرے میں آیا میں سرکاری وکیل کے سامنے بیان دے رہا تھا اسنے مجھکو دیکھکر وکیل کو روسی زبان میں کہا کہ ابھی تو یہ بچہ ہے تو وکیل نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ لڑکا بہت بڑا ہوشیار اور عالم ہے اس کو بچہ مت خیال کرو۔ میں نے ترجمان سے دریافت کیا کہ اُسنے کیا کہا؟ تو اسنے مجھکو بتلایا کہ یہ بات کہی ہے؛

الغرض جب حکومت کے اکثر افراد نے جو میرے سخت مخالف ہو گئے تھے انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے جاسوسی کا الزام لگا کر قتل کر دیا جائے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ یہ شخص بیان میں قابو نہیں آتا اور نہ ہی قید کے کمرے میں لوگوں کو اپنے راز بتلاتا ہے تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک کاغذ خود ہی فارسی زبان میں لکھکر اس کی جگہ پر اس طرح پھینکا جائے کہ اسے علم نہ ہو۔ اور اسکے بعد اس کی تلاشی لیجائے کیونکہ یہ ان کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص بیان میں انکے قابو میں نہ آتا تو وہ اس کو مجرم ثابت کرنے کے لئے اسی قسم کی کارروائی عمل میں لایا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے فارسی زبان میں ایک کاغذ لکھوایا گویا کہ وہ کاغذ میں حکومت انگریزی کی طرف سے روسی حکومت کے حالات دریافت کرنے کے لئے اپنے ساتھ لایا ہوں۔ پس انہوں نے اس جعلی کاغذ کو میری جگہ پر پھینک کر مجھکو پکڑنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ لیکن میرے کمرے والے گو ظاہری طور پر میرے ساتھ نہ ملتے تھے جو کہ اسوقت کے حالات کے مطابق درست تھا تاہم جہاں تک ان سے ہو سکتا تھا وہ میری مدد کرتے رہتے تھے۔ خصوصاً جب ان کو معلوم ہوا کہ اس کے خلاف اس قسم کا منصوبہ گانٹھا گیا ہے تو انہوں نے مجھے بتا دیا کہ تمہارے متعلق یہ تجویز کی گئی ہے۔ اتفاقاً انہی دنوں اس جیل کے تمام قیدی) ایک نئے قید خانہ میں (جو نہایت ہی مضبوط اور محفوظ تھا) تبدیل کئے جانے والے تھے۔ حکومت کے افراد نے اس موقع کو موزوں خیال کیا اور صلاح ٹھہری کہ رات کے وقت جب سوئے پڑے ہوں اسوقت اسکو جگایا جائے اور اکیلے کو ہی نئے قید خانہ میں سب سے پہلے لیجایا جائے اور جب یہ اُٹھے تو اسوقت عبدالقادر بھی کسی بہانے سے اُٹھے اور جب یہ کمرے سے نکلنے لگے تو وہ (عبدالقادر) شور ڈال دے اور سپاہی کو مثلاً اطلاع دے کہ یہ کاغذ ہے جو اسکی جگہ سے ملا ہے، اور وہ دو مُلّا جو میری مخالفت کرنے کے لئے لائے گئے تھے گواہی دیں کہ ہاں یہ کاغذ اسکے پاس سے نکلا ہے۔ چنانچہ جب یہ فیصلہ کر چکے تو خدا کی قدرت کہ خود انہی کی حرکات و سکنات سے انکی اس منصوبہ بازی کا مجھے بھی علم ہو گیا کہ یہ میرے ساتھ ایسا کرنا چاہتے ہیں۔ تب میں نے سپاہی کو بلایا اور اسی وقت اپنی تمام چیزیں ایک ایک کر کے اسکے آگے رکھدیں تاکہ وہ اچھی طرح دیکھ بھال لے کہ

ان میں کوئی کاغذ تو نہیں۔ لیکن سپاہی نے کہا میں اسوقت نہیں دیکھتا۔ جب تمہیں اس کمرے سے لیجایا جائیگا اس وقت تلاشی لے لی جائیگی۔ فی الحال کوئی ضرورت نہیں۔ یہ کہکر وہ باہر چلا گیا اور کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ جب وہ وقت آیا کہ انہوں نے مجھے دوسرے قیدخانہ میں لیجانا تھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آدھی رات کے وقت دو سپاہی آئے جنہوں نے میرے کمرے کا دروازہ کھولا اور مجھے جگا کر اشارہ کیا کہ فوراً اپنا بستر لپیٹ اور یہاں سے چل اور ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ کسی سے کوئی کلام نہ کر اور نہ ہی کسی دوسرے کو بیدار کر۔ یہ کہکر وہ دروازے سے باہر ہو گئے تاکہ میں جانے کے لئے تیاری کر لوں۔ لیکن اسیوقت عبدالقادر پیشاب کے لئے اُٹھا اور دروازہ کے پاس جو پیشاب کرنے کا برتن تھا اس تک گیا تاکہ پیشاب کرے۔ میں یہ دیکھکر ڈر گیا کہ مجھکو رات کے وقت یہ کہاں لیجاتے ہیں۔ مینے چاہا کہ اپنے کمرے والوں سے ملکر جاؤں کہ اتنے میں ایک نوجوان لڑکا جس کا نام غلام رسول تھا اور جو کہ میرا بڑا ہمدرد و مہربان تھا اُٹھ بیٹھا۔ مینے اُسکو اشارہ کیا کہ جلد عبداللہ خان کو اور ساتھ ہی دوسرے آدمیوں کو بھی جگا دے جس پر اسنے سب کو اُٹھا دیا اور میں باہر سپاہی سے پوچھکر رفع حاجت کے لئے نکلا۔ بعد میں مینے وضو کیا اور وضو کرنے کے بعد عبداللہ خان نے پوچھا کہ اسوقت آپ کو یہ کہاں لیجانے لگے ہیں؟ مینے کہا کہ مجھے اس کا کچھ علم نہیں۔ ہاں حکم ہوا ہے کہ بستر باندھکر یہاں سے چل پڑوں مگر یہ نہیں جانتا کہ یہ کہاں لیجانا چاہتے ہیں۔ اتنے میں غلام رسول جسنے سب کو جگایا تھا اپنی جگہ سے اُٹھا اور اسنے میری ایک ایک چیز کو ترتیب وار درست کیا پھر خود ہی میرے بستر کو باندھا اور خود اُٹھا کر باہر قید کے دروازے تک چھوڑنے گیا۔ اور یہ جو کچھ ہوا محض خدا کے فضل سے ہوا۔ دشمن جو کئی دنوں سے اسوقت کی تاک میں تھے مجھپر الزام دھرنے کا موقعہ نہ پا سکے۔ مینے کمرے سے رخصت ہوتے وقت خصوصیت سے عبدالقادر کو مخاطب کرکے کہا کہ اے میرے بھائی میں خاص طور پر آپسے عرض کرتا ہوں کہ للہ میرے قصور معاف کر دیں۔ جسوقت مینے یہ کہا اس وقت جیسا کہ مینے دیکھا وہ سخت نادم ہو گیا کیونکہ وہ پہلے ہی متفکر ہو رہا تھا کہ اوہو یہ کیا ہو گیا۔ میں تو کچھ اور ہی چاہتا تھا مگر افسوس کہ وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہوسکا۔ ہاں جب میں نے عبدالقادر کو یہ فقرہ کہا تو مینے دیکھا کہ عبداللہ خان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بہت ہی زیادہ رقت ان پر طاری ہو گئی۔ میرا قرآن شریف اتفاق سے دوسرے کمرے میں کسی شخص نے پڑھنے کے لئے لیا تھا اسلئے مینے سپاہی سے کہا کہ وہ فلاں قیدی سے لادو چنانچہ وہ لے آیا۔ مینے اسکو ہاتھ میں لیکر سب کمرے والوں کو مخاطب کرکے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بعض دفعہ تکلیف میں ڈال کر اسکے گناہوں کو دور کرتا ہے اور دوسرے لوگوں کو اسکا استقلال اور ثابت قدمی دکھا کر سبق دیتا ہے۔ میں تو اس کتاب پر اپنی جان نثار کرنیکو فخر اور موجب برکت و رحمت جانتا ہوں اور مجھے

اس کتاب سے اس قدر محبت ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میری متعلق پہلے سے ہی کمرے والوں کا یہ اعتقاد تھا کہ یہ قرآن و حدیث کا بڑا ماہر عالم ہے۔ آخر بوقت رخصت میں نے ہر ایک سے مصافحہ کیا اور ہر ایک سے کہا کہ میرا اگر کوئی قصور ہو تو معاف فرماویں۔ اسکے بعد فٹن پر بٹھا کر رات کے ایک بجے دوسرے قید خانہ میں لیگئے۔ اور مجھ اکیلے کو ایک چھوٹا سا کمرہ دیدیا۔ اور میرے بعد باقی تمام قیدیوں کو لاری میں بٹھا کر اسی نئے قید خانہ میں لے آئے اس میں زمین کے نیچے قیدیوں کے کمرے تھے اور اوپر حکومت کے کمرے تھے۔ مجھ تنہا اکیلے کمرہ میں رکھا گیا اور قدم زدن کا وقت جو ہر روز دیا جاتا تھا وہ بند کر دیا گیا۔ رفع حاجت کے لئے دن میں دو بار کمرے سے باہر نکالتے تھے قید خانہ کے اندر ہی کھانا تیار ہوتا تھا۔ جو وقت پر ہر قیدی خود لیجاتا تھا اور وہیں پانی کے نل سے صبح شام اپنے برتن میں پانی بھی لے آتا۔ مگر اس قید میں آتے ہی مجھکو کمرے کے اندر کھانا اور پانی سپاہی دے جاتا۔ اسی طرح رفع حاجت کے لئے بھی مجھ باہر جانے سے بند کر دیا گیا اور قید کے کمرہ کے اندر ہی رفع حاجت کے لئے کہا گیا۔ میں اسقدر سختی کو دیکھکر حیران رہگیا کہ خدا معلوم یہ مجھ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ میری کمرے میں دو روشندان تھے وہاں سپاہی مقرر کر دیئے گئے اور ایک دو سپاہی دروازے کے ساتھ مقرر کئے گئے تا کہ جب مجھے سوتا ہوا دیکھیں روشندان کے ذریعہ کاغذ پھینکدیں اور ادھر دروازہ پر جو سپاہی ہیں وہ فوراً دروازہ کھولکر تلاشی لیکر کاغذ پکڑ لے اور مجھکو ملزم ثابت کر دے۔ مجھ پہلے ہی یقین تھا کہ حکومت کے سپاہی کاغذ جو خود لکھکر قید کے کمرے میں روشندان کے ذریعہ پھینکنا چاہتے ہیں یہ کاغذ میرے لئے موت کا پیغام ہے پس میں نہ رات کو سوتا نہ دن کو۔ جب میں دیکھتا کہ رات کے وقت سپاہی مستعدی سے روشندان کے ذریعہ کاغذ پھینکنے کا عزم کر رہا ہے تو میں بے اختیار بول اٹھتا کہ یہ اچھی بات نہیں ہے تم کیوں رات کے وقت یہاں کھڑے ہو۔ وہ میرے بولنے پر چلا جاتا بسا اوقات وہ دوسرا سپاہی جو دروازہ پر ہمیشہ کھڑا ہوتا تھا تا کہ روشندان سے جب کاغذ پھینکے تو یہ دروازہ کھولکر پکڑے۔ وہ کمرہ کے اندر آکر اسوجہ سے کہ تو کیوں اونچی آواز نکالتا ہے؟ مجھکو مارتا اور خوب مار کر دروازہ بند کر کے چلا جاتا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد میں دیکھتا کہ لگاتار وہ کاغذ پھینکنے کی کوشش میں میری طرف اسی گھات میں جس طرح شکاری شکار کی گھات میں ہوتا ہے لگا رہتا۔ دو تین دن تک متواتر جب یہ سعی انکی دیکھی اور دیکھا کہ وہ پھینکنے کیلئے جیوں جیوں دن گذرتے جاتے ہیں زیادہ آمادہ ہوتے تو میں بے اختیار زوردار الفاظ میں حاکم کو دیسی زبان میں اندر ہی سے آواز دیتا کہ اے حاکم تیرے بعض سپاہی روشندان میں ہر وقت کھڑے رہکر روشندان سے میرے کمرے میں کاغذ پھینکنا چاہتے ہیں۔ اور بعض سپاہی ہمیشہ دروازہ پر خلاف معمول کھڑے رہتے ہیں کہ اوپر سے کاغذ سپاہی پھینکے اور میں دروازہ کھولوں اور اس کو پکڑ دوں اسلئے

توانس کو روک کہ یہ ایسا نہ کریں۔ اور بعض اوقات میں مجبور ہو کر سپاہی کو روسی زبان میں کہتا کہ تو چلا جا یہاں مت کھڑا ہو۔ کبھی ایک روشندان کی طرف جاتا کبھی دوسرے روشندان کی طرف جاتا۔ کبھی دروازہ پر کھڑا ہو کر اس سپاہی کو کہتا تو یہاں سے جا کہ تیرا یہاں کھڑا ہونے کا کوئی کام نہیں۔ جب میں انکے اس سعی سے تنگ ہو کر بے اختیار حاکم کو آواز دیتا تو وہ شور سمجھکر دروازہ کھولتے اور مجھکو سخت مارتے۔ بعض دفعہ تنگ اور سیاہ کمرے میں لیجا کر مجھکو وہاں پھینک دیتے اور دروازہ بند کر دیتے اور بعض اوقات سخت سرد کمروں میں مجھکو ساری ساری رات بند رکھتے بعض دفعہ رسے کے ساتھ مجھکو باندھکر سخت ڈرانے۔ جب میرے بار بار بولنے پر اور حاکم کو بلانے پر کمرے میں کوئی حاکم آتا تو میں سب سے پہلے اسکو یہی کہتا کہ اے حاکم میرے بستر وغیرہ کی ایک دفعہ آپ اچھی طرح تلاشی لے لیں اور دیکھ لیں کہ آیا میرے پاس کسی قسم کا کوئی کاغذ ہے یا نہیں؟ تا میں اس خطرہ سے محفوظ ہو جاؤں تو وہ مجھکو کہتا کہ آج میں نہیں دیکھ سکتا ایکدو دن کے بعد پھر دیکھونگا تو میں اس سے اس کی وجہ پوچھتا اور تنگ آکر اسکے آگے اپنے لحاف کو دری کو چادر تکئے اور دیگر پوشیدنی کپڑوں کو بچھا دیتا تاکہ وہ دیکھ لے۔ جب میں ایسا کرتا تو وہ یہ کہتا ہوا کہ میں آج تیرے کپڑے نہیں دیکھتا کل دیکھونگا۔ کمرے سے باہر چلا جاتا اور دروازہ بند کر دیتا۔ چنانچہ ایکدو دن کے بعد جب انہوں نے اس امر کو محسوس کیا کہ اُدہر اسکے شور ڈالنے سے تمام قیدیوں کو۔ ترک کیا۔ روسی کیا۔ ارمنی کیا۔ اس بات کا علم ہو گیا ہے کہ ہم کاغذ پھینک کر اسکو پکڑنا چاہتے ہیں تو وہ صحن میں جو روشندان کی طرف نفارات کے وقت ہل لا کر چلانے لگے۔ تاکہ دوسرے قیدیوں پر یہ اثر ڈالیں کہ ہم رات کو اپنا کام کر رہے ہیں اور مجھ پر بھی یہ اثر ڈالیں کہ ہم کو تجھ سے کوئی سروکار نہیں ہم اپنا کام کر رہے ہیں مگر میں دیکھتا کہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ چلانے کے بعد وہ اسکو ٹھہرا لیتے اور میری طرف روشندان سے جھانک کر دیکھنے لگ پڑتے کہ یہ سویا ہے یا نہیں۔ تو پھر مجھکو سویا نہ دیکھکر ہل چلانے لگجاتے۔ مگر میں اونچی آواز میں قیدیوں کو آگاہ کرنے اور ان کو بھی ان کے اس فعل سے باز رکھنے کیلئے روسی زبان میں کہتا کہ میں سویا ہوا نہیں ہوں بلکہ میں تجھکو دیکھ رہا ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی کہدیتا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ تم کیوں ہل لاتے ہو اور تمھارا اس سے کیا منشاء ہے۔ میں یہ بیان کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میری اس حالت کو دیکھکر ایک کئی سپاہی اور کئی حاکم ایسے بھی تھے جو ایسا کرنا نہیں چاہتے تھے مگر وہ برہنہ طور پر میری طرفداری نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ لوگ جو میرے خلاف تھے

تعداد میں زیادہ تھے اور بظاہر وہ حکومت کے خیر خواہ اور ہمدرد سمجھے جاتے تھے بعض حاکم سارجنٹ اور ان کے بڑے عہدہ دار جب میرے کمرے میں آتے یا قریب سے گزرتے تو میں ان کے خون آشام چہرے دیکھ کر ان کی ظاہری صورت کو دیکھ کر اس طرح معلوم کرتا نہیں بلکہ یقین کرتا کہ یہ میری موت کے بھوکے اور میرے خون کے پیاسے ہیں۔ بعض اوقات میں بعض سپاہیوں اور حاکموں کا نام لیکر جن کو میں زیادہ اپنا مخالف دیکھتا کہتا کہ یہ مجھ پر بہت سختی کرتے ہیں۔ اور چونکہ قید کے کمروں کے اوپر سب حکومت کے کمرے تھے۔ اسلئے سب کو میرے حالات کا علم ہوتا تھا۔ چنانچہ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ بہت کم سوتا ہے۔ اور زیادہ جاگتا رہتا ہے۔ تو وہ مجھکو روٹی اور پانی میں کوکین ڈالکر دینے لگے۔ جس کو میں محسوس کر کے اور خصوصاً بعض سپاہیوں کے اشارہ کرنے کے باعث جو اشاروں سے اپنی باری مجھ کو منع کرتے کہ اس روٹی کو مت کھا اور کبھی میں خود ان کی باہر سے یہ کلام سنتے سے معلوم کرتا کہ ایک دوسرے کو کہتا کہ نے دائی اون خرد شو وودا۔ کہ اس کو اچھا پانی نہیں دینا یہی دوا ڈالا پانی دیتا جس سے میں معلوم کر لیتا کہ یہ مجھکو کوکین ڈالکر پانی اور روٹی میں دینا چاہتے ہیں۔ جس کو میں اپنے لئے سخت مضر پا کر کئی کئی وقت نہ کھانا کھاتا۔ اور نہ پانی پیتا تھا۔ آخر جب سخت پیاس لگتی تو بے اختیار اپنے کمرے سے حاکم کو آواز دیتا کہ اے حاکم جس طرح سب قیدیوں کو نل سے پانی کے لینے کی اجازت ہے۔ مجھ کو بھی اجازت دے۔ کہ میں بھی وہاں جاؤں اور پانی لوں۔ کہ میں سخت پیاسا ہوں۔ اے حاکم میں نے مدت سے پانی نہیں پیا۔ مجھکو اچھا اور صاف پانی دے۔ تا میں پی کر اپنی پیاس کو دور کر دوں۔

میں دیکھتا کہ جب میں بار بار کہتا تو حاکم بعض دفعہ آپ آکر دروازہ کھولتا اور نل سے پانی پلا کر مجھ کو قید کے کمرے میں داخل کر دیتا۔ اسی طرح آٹھ دن تک میرا حال رہا۔ کہ نہ میں رات کو سوتا تھا۔ نہ دن کو۔ نہ کھانا صبح کھاتا نہ شام کو جب مجھ کو سخت بھوک لگتی تو نہایت کم ایک دو لقمے کھاتا۔ ادھر دو ماہ سے متواتر وہ سوئر کا گوشت قید میں دیتے تھے۔ اور روسی مسلمان کی کوئی تمیز نہ تھی۔ میں بجائے گوشت کے گرم پانی سے روٹی بھگو کر کھایا کرتا تھا۔ الغرض زیادہ بولتے کے باعث جو میں کمرے میں بند رہکر انکے ظلم و ستم سے تنگ آکر آوازیں دیتا کئی کئی وقت پانی نہ پینے اور کئی کئی دن کھانا نہ کھانے کے باعث اور بہت کم سونے کے باعث غم و فکر کے سبب سخت لاغر اور کمزور رہ گیا۔ یہ قدرتی امر ہے جب انسان سخت تکلیف زدہ ہو اور غم و فکر میں

ہوتو اسوقت غم و فکر کے باعث کھانا کم کھانے کے باعث انسان کی حس بہت تیز ہو جاتی ہے
اور وہ ایک امر کو بہت جلد اپنی حساس طبیعت سے معلوم کر لیتا ہے۔ بسا اوقات میں دونوں
روشن دانوں کے اوپر اندر کی طرف سے اپنے جُبّے اور دوسرے کپڑے ڈالکر انکو بند کر دیتا
تاکہ وہ کاغذ پھینکنے نہ پائیں۔ جب میں ایسا کرتا تو سپاہی یا اس سے بڑا اسارجنٹ آتا اور
کپڑے اُتار دیتا۔ اور مجھکو ایسا کرنے سے منع کر دیتا۔ ایک بار اسیطرح رات کے آٹھ نو بجے
کا وقت تھا۔ ایک روسی حاکم جو سپاہی سے بڑا عہدہ رکھتا تھا۔ اُسنے دروازہ کھولکر مجھ کو پکڑ
لیا۔ اور اوپر سے روشن دان کی طرف سپاہی کو دیکھ کر روسی زبان میں کہا کہ جلد کاغذ پھینک
جب مینے سپاہی کو روشن دان سے دیکھا۔ تو اسوقت بے اختیار میں اونچی آواز سے بڑے حاکم
(یعنے اسکے عہدہ کا نام لیکر) پکارا جب میں نے زور سے آوازیں دیں تو پانچ چار اور سپاہی میرے
کمرے میں آئے اور مجھکو پکڑ کر دوسرے تاریک و سیاہ کمرے میں لے گئے۔ اور رستے کے
ساتھ باندھنے لگے۔ میں نے جلدی سے دونوں ہاتھوں سے رستہ کو مضبوط پکڑ لیا۔ اور اس
خوف سے کہ مجھکو رستے کے ساتھ نہ باندھیں۔ کیونکہ رستے کے ساتھ باندھنے سے خصوصاً جس طریق
سے وہ باندھتے تھے۔ سخت درد ہوتی تھی۔ انہوں نے مجھ کو پہلے سخت مار یعنے بوٹوں سے ہاتھوں
سے سوٹیوں سے رستے سے . . . . . ۔ اور میرے ہاتھ سے رستہ چھڑانے
کی سخت کوشش کی۔ آخر تنگ آکر اور مجھکو اچھی طرح مار کر انکو خیال آیا۔ کہ اس کا مُنہ اور ناک بند
کر دیا جائے جس سے یہ خود ہی رستہ چھوڑ دیگا۔ جس پر انہوں نے یکلخت میرے منہ اور ناک پر کپڑا
دیدیا۔ جب مینے دیکھا کہ میرا سانس رُکنے لگا ہے۔ تو میں نے رستہ چھوڑ دیا۔ وہ رستہ بہت مضبوط
اور موٹا تھا۔ پھر انہوں نے مجھکو فرش پر لٹا کر اور میرے دونوں ہاتھوں کو پیچھے پیٹھ کی طرف
لیجا کر بہت سخت باندھ دیا۔ اور دونوں ٹانگوں کو اکٹھا کر کے رستے سے باندھ دیا۔ میری کمر کو بھی رستے
سے خوب جکڑا۔ پھر ایک لکڑی کا اچھا لمبا اور چوڑا تختہ لائے جس پر مجھکو لٹا دیا اور دوبارہ رستے
کے ساتھ تختے پر مجھکو اسقدر سخت جکڑا کہ میری بے اختیار چیخیں نکل گئیں۔ اور میں نے خدا کا
واسطہ دیا۔ کہ کسی طرح میرے پیچھے کے دونوں ہاتھوں کو کھولدو مجھ کو بہت سخت درد ہوتی ہے
جس کو میں برداشت نہیں کر سکتا۔ مگر اسوقت چونکہ وہ میرے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ اسلئے
میری زاری انپر اثر نہ کر سکی۔ پس انہوں نے اس تختہ سے جکڑ کر مجھے ایک تاریک کمرے میں پھینکوایا
اور دروازہ بند کر کے اکیلا ہی چھوڑ کر چلے گئے۔ میں ساری رات چلاتا اور شدت درد کے باعث

جو میرے بازوؤں کو پیچھے کی طرف باندھنے کے ہوتی تھی۔ جاگتا رہا۔ اور یہ درد ایسی شدید تھی۔ کہ عمر بھر کی تمام درد دل اور تکلیفوں کو جمع کر کے موازنہ کیا جائے۔ تو بھی یہ تھوڑے عرصہ کی درد بہت بڑھی ہوئی تھی۔

باوجودیکہ اس رات میں سخت کرب و بلا میں مبتلا رہا۔ اور درد کے مارے میری جان نکلی جاتی تھی۔ مگر میں دعاؤں میں لگا رہا۔ اور خدا سے رو رو کر التجا کرتا رہا کہ مولا کریم یہ تو ہو کر رہے گا۔ کہ اس ملک میں تیرے نام کی تمجید ہو اور تیرے مامور کی لائی ہوئی روشنی یہاں پھیلے مگر مجھے بھی اس نعمت سے محروم نہ رکھ اور موقع اور توفیق دے کہ میں تیرے پیارے کا پیغام یہاں والوں کو سناؤں اور انہیں نیز اللہ تیرے مامور کا شیدا بناؤں۔ اس رات جس وقت مجھ کو پیشاب آیا۔ تو میں نے اسطرح کہ جس طرح لیٹا ہوا تھا۔ ادھر ہی کیا کیونکہ سخت باندھنے پھر تختے کے ساتھ جکڑنے کے باعث میں ادھر اُدھر ہل نہیں سکتا تھا۔ اور پیشاب کی گرمی سے ایسا ہوا کہ جس جس جگہ وہ میرے بدن پر پڑا۔ وہاں کا چمڑا اُتر گیا۔ اور زخم ہو گیا۔ چنانچہ ابھی تک نمایاں طور پر میرے اُس حصہ بدن میں پیٹنے پیٹ پر اسکے موٹے موٹے نشان ہیں۔ جو اب بھی نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

الغرض جب صبح ہوئی۔ سپاہی کے پاؤں کی آواز میں نے باہر سُنی۔ تو میں نے اسکو آواز دی۔ اس نے میری آواز سُنکر دروازہ کھولا۔ جس پر میں نے اسے بمنت کہا کہ خدا کے واسطے - -

- - - - - - منیا اُردکا اوجن بالیت میرے بازو کھولدو

کہ درد سخت ہو رہی ہے۔ جس پر وہ حاکم کے پاس گیا اور اس سے اجازت لیکر آیا۔ اور رسّہ کھولنے لگا۔ میں نے اسے آتے ہی کہا کہ پہلے میرے بازو کو کھول۔ الغرض اس نے جب رسّہ کھولا تو مجھ میں اُٹھنے کی طاقت نہ تھی۔ میرے بدن میں زخم۔ کپڑوں میں خون کثرت سے لگا ہوا تھا۔ کیونکہ میں سرتاپا زخمی ہو گیا تھا۔ اور میرے دونوں بازو بہت سُوج گئے۔ اور اس شدت سے درد کرنے لگے کہ میں انکو ادھر اُدھر ہلا نہیں سکتا تھا۔ نہ ہی ان سے کوئی کام لے سکتا تھا الغرض سر سے لیکر پاؤں تک خصوصاً جوڑوں میں بہت زخم ہو گئے۔ اور اسقدر درد اور تکلیف تھی۔ کہ جس کے باعث میں خود اُٹھکر چل نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ دو سپاہیوں نے مجھے پکڑ کر آہستہ آہستہ اس تاریک کمرے سے لیجا کر اپنے اصل کمرہ میں جہاں میں تنہا رہتا تھا پہنچایا۔ اس وقت میرا چہرہ اور سر اگر ایک طرف زخمی تھا تو دوسری طرف مٹی اور غبار سے سخت آلودہ تھا۔

اس رات میں مینے غلام رسول ترک نوجوان کو جو پہلے احمدی ہو چکا تھا۔ دیکھا کہ وہ نل سے پانی لے جا رہا ہے۔ مینے اشارہ کیا کہ مجھ کو پانی پلا دو۔ اس نے اپنے برتن کو میرے منہ کیساتھ لگا کر مجھ کو پانی پلایا۔ وہ میرے چہرے کو سر کو تمام بدن میں زخموں کو کپڑوں میں خون لگا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ بعد ازاں مجھ کو انہوں نے میرے کمرے میں لے جا کر لٹا دیا۔ اور کمرے کا دروازہ بند کر کے چلے گئے۔

دوسرے دن سب سے بڑے حاکم کے نائب کو جو روسی تھا۔ دکھانے کے لئے مجھکو لیگئے۔ اور اس سے ان کا منشا یہ تھا کہ اس کو دکھا کر اس کے خلاف اس کی رائے کو حاصل کیا جائے۔ اور قید خانہ کے بڑے حاکم کے مشورہ سے اسکے متعلق فیصلہ کیا جائے۔ وہ مجھ کو جب حاکم کے پاس لے گئے۔ تو اس نے مجھ کو دیکھ کر پوچھا کہ تیرے بدن کو یہ کیا ہوا ہے۔ میں نے درد بھرے دل سے اس کے آگے ترجمان کے ذریعہ کہا کہ اے حاکم آج رات تیرے سپاہیوں نے مجھ کو بہت سخت مارا۔ اور زخمی کیا۔ اور رسّے کے ساتھ پھر تختے سے جکڑ کر تاریک کمرے میں ساری رات پھینکے رکھا ہے۔ اے حاکم میرا کوئی جرم نہیں۔ کیونکہ میں تو ایک مبلغ اور مشنری ہوں۔ جو صرف خدا کے نام کو بلند کرنے کے لئے تیرے ملک میں آیا ہوں۔ اس کے علاوہ میرا اور کوئی کام نہیں۔ میں نے تمام بدن کے زخم اور اپنے بازو اکھڑ دکھائے۔ آخر اس نے پوچھا کہ تو اسوقت کیا چاہتا ہے۔ مینے کہا کہ میری ایک خواہش ہے۔ کہ تو میرے کمرے میں میرے ساتھ اسوقت آ۔ اور میرے سارے کمرے کو میرے کپڑوں اور بستر کو دیکھ کہ آیا کوئی کاغذ میرے پاس ہے یا نہیں۔ اور اس کے بعد میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا مفصل بیان ہو گیا ہے۔ اسپر غور کر اور مجھے رہا کر دے۔ کیونکہ میں مجرم نہیں۔ تا کہ میں جس کام کے لئے آیا ہوں۔ اُسے کروں یعنے اس ملک میں خدا کا نام بلند کروں۔ مگر سرکاری وکیل نے جو تاتار کا رہنے والا اور دہریہ تھا۔ حاکم کو اشارہ سے کہا کہ وہ مجھے یہ کہے کہ میں اپنی درخواست کہ میرے کپڑوں کو دیکھ لیا جاوے۔ لکھ کر دے۔ مگر مجھے ترجمان نے اشارہ سے کہدیا۔ کہ یہ نہ کہنا۔ جب حاکم نے مجھے وہی کہا جو وکیل نے اسے سوجھایا تھا۔ تو میں نے کہا کہ اے حاکم میرے لئے ایک دن سال کے برابر ہو رہا ہے۔ آج اگر درخواست دوں کل آپکو پہنچے۔ اور خدا معلوم پھر کب اسپر عمل ہو۔ چونکہ مجھے سخت تکلیف ہے اس لئے جس طرح بھی ہو میرے سر دست جلد ابھی تلاشی لے لی جاوے۔ مگر وہ اُٹھ کر چلا گیا۔ اور مجھ کو کچھ بھی جواب نہ دیا۔

اس کے بعد مجھ کو ایک ہسپتال میں جو شہر سے باہر تھا لاری پر بٹھا کر لے گئے۔ تا میرے زخموں کا علاج ہو۔ جاتی دفعہ مجھ کو ایک سپاہی نے جو مجھ پر بہت بڑا مہربان تھا اور جس کا نام انی شینکو تھا۔ اس نے نل سے جاپانیک میں جو میرے ساتھ تھی۔ صاف پانی ڈالکر دیا۔ اور ساتھ ہی میرے کمرے میں آکر مجھ کو جاتی دفعہ اسنے اشارۃً دوائی کھانے سے منع کیا۔ جسے میں اسوقت تو نہ سمجھا۔ مگر جب میں ہسپتال پہنچایا گیا۔ اور مجھکو بیماروں والے کپڑے پہنا کر ایک کمرے میں جہاں آٹھ دس اور بیمار تھے۔ لوہے کی چارپائی پر جس پر گدیلا تھا۔ جگہ دی گئی۔ اسوقت مینے اس کے اشارہ کا مطلب سمجھا۔ کیونکہ جاتے ہی وہ ایک دوائی میرے مُنہ میں ڈالنے لگے۔ جو در اصل زہر تھی۔ کیونکہ مجھ کو ہسپتال سے لیجاتے وقت ہی ڈاکٹر سے کہدیا تھا۔ کہ اسے زہر دیدو۔ چنانچہ ان کے اسوقت کے طرز اور طریق کو دیکھ کر اور خصوصیت سے اس امر کو دیکھکر کہ میرے جسم کے اندر تو کوئی بیماری نہیں۔ مجھے کھانے کی دوائی کیوں دیجاتی ہے۔ حالانکہ اسوقت مجھے زخموں پر مرہم وغیرہ لگانے کی ضرورت ہے۔ پس مینے اس دوائی کے کھانے سے انکار کر دیا۔ لیکن مجھ کو لٹا کر اور میری ٹانگیں اور ہاتھ مضبوطی کے ساتھ دو تین آدمیوں نے پکڑ لئے اور پھر میرے مُنہ میں چمچہ ڈالکر سختی سے وہ دوائی میرے مُنہ میں ٹھونسنے لگے۔ جو کہ حقیقت میں زہر تھی۔ مگر مینے اپنے دانتوں کو مضبوطی سے بند کر لیا۔ اور اپنا مُنہ گدیلے کی طرف کر کے اور گدیلے کا کپڑا مُنہ میں ڈالکر چبا سا لیا تا کہ اگر کچھ دوائی مُنہ میں پڑ بھی جاوے۔ تو وہ کپڑے سے ہی لگی رہے۔ اندر نہ جائے۔

آخر انہوں نے بہت کچھ زور آزمائی کرنے کے بعد چھوڑ دیا اور اس معاملہ کو کسی اور موقع کے لئے ملتوی کر دیا۔ اس کے بعد مینے دیکھا کہ وہ دوائی جو کسی قدر میرے نگلے ہوئے کپڑے کے ساتھ اور کچھ منہ پر پڑی تھی۔ اس کا کچھ اثر اندر بھی ہوا۔ جس کے باعث مجھے سخت چکر آنے لگے۔ اور اسطرح معلوم ہوا کہ میں بے ہوش ہو گیا ہوں۔ دوسرے دن پھر انہوں نے یہ کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوئے۔ اسکے بعد ہسپتال کے ملازموں نے مجھ کو دوبارہ اس قمیض کے ساتھ جس کے ساتھ لمبی رسی ہی ہوتی ہے۔ میری بازوؤں کو پیچھے کی طرف کر کے اور ٹانگوں کو جوڑ کر اچھی طرح جکڑ دیا۔ اور مارا۔

الغرض اسی طرح ہسپتال میں بھی میرے ساتھ دو تین دن تک یہی سلوک ہوا۔

آخر خود بخود ہی ڈاکٹر کے دل میں میری طرف سے رحم پیدا ہوا۔ اور کچھ ان حاکموں کے
کہنے سے بھی جو درحقیقت میرے طرفدار تھے۔ سختی چھوڑ دی۔ اور میرے زخموں کا علاج
کرنے لگا۔ اور ہر ہفتہ کے بعد وہ سرکاری وکیل کے سامنے اور ترجمان کے ذریعہ میرا بیان
لیتا۔ تاکہ وہ میرے متعلق رائے دے سکے۔ کہ میں صحیح الدماغ ہوں یا دیوانہ۔ کیونکہ وہ
حاکم جو میرے مخالف تھے وہ یہی چاہتے تھے کہ کسی طرح ڈاکٹر میرے متعلق یہ رائے دیدے
کہ میں دیوانہ ہوں۔ اور اسوجہ سے عرصہ تک ہسپتال میں رہے۔ ڈاکٹر صحیح رائے دینے پر مجبور
ہو گیا۔ اور اس نے لکھ دیا۔ کہ ہم نے کئی بار اس سے بیان لیا۔ مگر میرے نزدیک اس کے سر
میں کسی قسم کا کوئی عارضہ نہیں ہے۔ ہاں اس کے جسم میں بہت زخم تھے جو تقریباً ڈیڑھ ماہ
کے علاج کے بعد اچھے ہو گئے ہیں۔ اب یہ بالکل تندرست ہے۔ شروع شروع میں جب میں
ہسپتال کے اندر لایا گیا۔ تو کچھ دنوں کے بعد اسی ترجمان کے ذریعہ جو کہ ترک تھا۔ اور احمدی بھی
ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر کی عورت نے مجھ سے کھانے کے لئے دریافت کیا۔ کہ تو کیا چیز کھانا چاہتا ہے۔ تو مجھ کو
فارسی میں ترجمان نے کہا کہ سیب اور انڈا نیم پختہ کہدو۔ اور دودھ مت کہو۔ کہ یہ تیرے لئے
اچھا نہ ہوگا۔ مگر اس نے مجھ کو دودھ اور انڈا ہر روز قید میں دینا شروع کیا۔ چنانچہ انڈے
میں کھا لیتا اور دودھ ہسپتال کے ملازمین کے سامنے ہی کسی اور بیمار کو دیدیتا تھا۔ ڈیڑھ
ماہ کے بعد جب میرے زخم اچھے ہو گئے۔ اور میری کمزوری بھی دور ہو گئی (گو میرے بازو کی
درد ابھی بہت کافی تھی۔ جو پورے تین ماہ کے بعد دور ہوئی) مجھ کو ہسپتال سے پھر قید میں لایا گیا۔
مینے قید خانہ میں آکر دیکھا۔ کہ وہ لوگ جو میرے مخالف تھے۔ وہاں سے تبدیل کر دیئے گئے
ہیں۔ اور انکی جگہ وہ مقرر ہوئے جو میرے ہمدرد تھے۔

قید میں آتے ہی پھر سؤر کا گوشت انہوں نے دینا شروع کیا۔ جس کو میں نہ لیتا اور گرم
پانی کے ساتھ نمک ڈالکر صبح و شام روٹی جو مجھ کو ملتی کھا لیتا تھا۔ مگر ابھی تک بعض اندر کے
آدمیوں کے ذریعہ ان کی باریاں مقرر کر کے میرے بستر میں کاغذ پھینکنے کی کوشش کرواتے
مگر میں دن رات جاگتا تھا۔ اور کھانا بھی کم کھاتا اور اپنے بستر وغیرہ کو لپیٹ کر رکھتا تھا۔
جب میں ہسپتال سے واپس آیا۔ تو دیکھا کہ بخارا کے بیس پچیس ۲۰-۲۵ عالم قید خانہ میں لائے گئے ہیں
جو اردگرد اور سامنے کے کمروں میں رکھے گئے۔ اور ایک میرے کمرے میں۔ اور میں اس فو
آمدہ عالم سے جو اور جب بھی کوئی بات کرتا تو اس کی رپورٹ بظاہر قیدی مگر دراصل روسی جاسوس

حاکموں کو پہنچا دیتے۔ بلکہ میرے دیگر حالات سے بھی اطلاع کرتے رہتے۔ قید خانہ میں جو آدمی میرے قتل کرنے کی تاک میں رہتا تھا۔ وہ رات کو دیکھتا ہی رہتا کہ کب یہ سوتا ہے۔ اور جب بھی وہ ارادہ کرتا ناکام رہتا۔ اور کئی دفعہ تو دوسرے قیدیوں سے بھی معمولی بہانے بنا بنا کر مجھے مروایا۔ چنانچہ ایک بار میری چادر جو اعلیٰ قسم کی تھی۔ انہیں سے ایک نے چُرائی۔ جس پر میں نے جب ان سے دریافت کیا۔ اور کہا کہ اپنے کپڑوں کو دیکھو۔ کہ کہیں ہے تو نہیں۔ تو وہ میرے نزدیک آیا۔ اور لاتوں اور ہاتھوں سے مجھے مارنے لگ پڑا۔ بعض دفعہ دو دو تین تین آ کر مجھ کو سخت تنگ کرتے اور مارنے لگ پڑتے تھے۔ چنانچہ ایک دو مسلمان تنگ آ کر جب وہ برداشت نہ کر سکتے تو ان کو کہتے۔ کہ تم کیوں اس پر ظلم کرتے ہو۔ مگر وہ اس کی کچھ پرواہ نہ کرتے تھے۔ پھر دوبارہ میری مخالفت کا جوش پیدا ہو گیا۔ اور انہوں نے پورا فیصلہ کر لیا۔ کہ ایک دفعہ اس کو اندر ہی اندر پستول یا بندوق کا نشانہ بنا دو یا بغیر بڑے حاکم کو خبر دیئے۔ اس کو باہر پھینک دو۔ آخر میں حاکم کو کہہ دو۔ کہ وہ مارا گیا ہے۔ چنانچہ وہ جو میرے سخت مخالف تھے۔ وہ مغرب کے وقت کندال (ایک عہدہ دار کا نام ہے) سے سازباز کرتے۔ ایک دفعہ میں نے بھی ان کو اس وقت باتیں کرتے دیکھا۔ مگر سمجھ نہ سکا۔ کہ یہ کیا کہا جا رہا ہے مگر حیران ضرور ہوا۔ ایک دن رات کے دو بجے جب کہ میں حسب معمول اپنی جگہ پر جو قید کے کمرے کے ساتھ تھی۔ کھڑا ہوا تھا۔ کہ میرا دل زور سے دھڑکنے لگا۔ جیسے ہی روشن دان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا۔ کہ ایک سپاہی بندوق کا نشانہ کئے ہوئے بالکل نزدیک کھڑا ہے۔ تاکہ مجھ کو گولی مار دے۔ میں فوراً اس کو دیکھ کر دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ پھر وہ کونے کی طرف سے ہو کر مجھ پر وار کرنے لگا۔ میں جلد سے تختے کے نیچے بیٹھ گیا۔ پھر وہ اندر آ کر دروازہ میں سے جو تھوڑی سی جگہ چیز وغیرہ کے پکڑنے کے لئے کھلی تھی۔ سامنے آ کر نشانہ لگانے لگا۔ تو میں نے فوراً ایک پانی کی بالٹی جو میرے کمرے میں تھی۔ اس کی آڑ لیکر اپنی حفاظت کرنے لگا۔ اور اس کو ایک جگہ رکھ کر اس کے پیچھے چھپ گیا۔ مگر میرے کمرے کے ایک دو روسیوں نے جو بظاہر سوئے پڑے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

تھے۔ اور دراصل سوئے ہوئے نہ تھے۔ مجھ سے بالٹی چھیننے لگے۔ مگر اس کشمکش میں ایک سپاہی جس کا نام انتن تھا۔ اور جو کہ میرا خیر خواہ بھی تھا۔ اس نے آ کر دروازہ کھولا۔ اور جو مجھ سے بالٹی چھین رہا تھا۔ اسے حکم دیا۔ کہ بالٹی کو چھوڑ دے۔ اور جس جگہ میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس جگہ اس نے اپنے ہاتھ سے رکھ کر دروازہ بند کر دیا۔ اس وقت جو عین مصیبت کا وقت تھا۔ مجھ کو اس کی اس مدد نے پورا یقین دلا دیا۔ کہ یہ شخص میرا بڑا خیر خواہ ہے۔

الغرض میرا معاملہ بہت خطرے میں ہو گیا۔ اور اب میرا بیان بجائے سرکاری وکیل کے بڑا حاکم جس کا کام بیان کو دیکھ کر صرف فیصلہ کرتا ہوتا تھا۔ اس کے ہاتھ چلا گیا۔ مجھ کو اوپر حاکم کے دفتر تک ایک مسلمان حاکم اور دوسرے روسی حاکم کے ساتھ لے جانے کا انتظام کر دیا گیا۔ جب ان حالات کو وہ بخارائی عالم جو میرے کمرے میں تھا۔ دیکھتا تو حیران رہ جاتا۔ اور بسا اوقات میری حالت دیکھ کر اس پر گہرا اثر پڑتا۔ اور جب مجھے نماز پڑھتے وقت دیکھتا یا جب مجھ سے مثنوی مولانا روم کے اشعار سنتا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے فارسی اشعار سنتا تو بہت ہی متاثر ہوتا۔ اور مجھ کو دعا کے لئے بار بار کہتا۔ اسی طرح نہ صرف یہ بلکہ دیگر بخارائی علماء بھی جو بیس پچیس سے کم نہ تھے۔ جب مجھ کو ٹہلتے ہوئے دیکھتے۔ یا جب کھانا لینے کے لئے جاتے اور میرے دروازہ کے سامنے سے گذرتے تو اس وقت غور سے میری طرف دیکھتے۔ اور مجھکو بہت بڑا بزرگ اور شیخ خیال کرتے۔ اور جب ان کو کچھ موقعہ مجھ سے کلام کرنے کا ملتا تو وہ بڑے ادب سے دعا کے لئے کہتے۔ ابھی مجھ کو ہسپتال سے قید میں آئے ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے تھے۔ کہ خدا تعالیٰ کی حکمت سے وہ حاکم جس نے میرے بیان کو دیکھ کر فیصلہ کرنا تھا جس کے عہدے کا نام روسی زبان میں (پلکوونک) تھا۔ وہ بدل گیا اور اس کی جگہ ماسکو سے ایک اور بڑا حاکم جو مسیحی تھا۔ آیا۔ اور اس کو تو خدا تعالیٰ نے محض میرے لئے ایا۔ پہلا شخص دہریہ تھا۔ ۔ ۔ ۔ اور وہ

میرا سخت مخالف تھا یہی وجہ تھی کہ وہ چھوٹے حاکموں سے ملکر مجھکو بہت تکلیف پہنچاتا تھا جس دن یہ تاشقند میں آیا قید کے کمرے خوب صاف کروائے گئے اور تمام چیزیں ترتیب سے رکھی گئیں تاکہ وہ معائنہ کرے۔ یہ مہینہ جون یا جولائی ۱۹۲۵ء کا تھا۔ اسوقت حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طرف سے گورنمنٹ برطانیہ کے ذریعہ میری جستجو کی کوششیں ہو رہی تھیں چنانچہ یہ حاکم جو ماسکو سے آیا اسنے پہلی بار مجھکو بیان لینے کیلئے رات کو بلایا۔ اور اسوقت بھی وہی پہلا ترک میرا ترجمان تھا۔ میں نے اسوقت بخارائی جبہ پہنا ہوا تھا اور چونکہ متواتر کئی راتوں سے میں جاگتا رہا اور گرم پانی سے روٹی کھانی پڑی تھی اور جیل کے بعض قیدیوں سے جو درحقیقت جاسوس اور سرکاری آدمی تھے ماریں بھی کھائی تھیں تھا اسلئے بہت ہی کمزور اور خستہ حال ہو رہا تھا۔

اس حاکم کے کمرہ میں ٹیلیفون لگا ہوا تھا۔ جب میں گیا تو اس حاکم نے ترجمان کے ذریعہ پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے؟ میں نے جواب دیا کہ یہ تار ہے۔ پھر اسنے کہا کہ اگر خدا ہے اور تو خدا کا بندہ ہے اور وہ اپنے بندوں سے کلام بھی کیا کرتا ہے تو تو یہ نشان بتلا کہ تیرے خلیفہ کو جس کا نام محمود احمد ہے جسنے کہ تجھکو یہاں بھیجا ہے علم ہو جائے کہ تو قید میں ہے اور پھر وہ ہمکو تار کے ذریعہ تیرے متعلق خبر دے اور ادھر تجھکو بھی اس کا علم ہو جائے کہ تار آئی ہے۔ چونکہ مجھکو اس سے بیس دن پیشتر متواتر کئی خوابوں سے (جو کہ عجیب و غریب اور مبشر خواب تھے مگر میں اسوقت طوالت کے خوف سے ان کا ذکر نہیں کرتا) پورا یقین ہو چکا تھا کہ میرے آقا کو میری قید ہونے کا علم ہو گیا ہے اور نہ صرف یہ کہ علم ہو گیا ہے بلکہ حضور میری رہائی کی کوششیں بھی گورنمنٹ برطانیہ کے ذریعہ کر رہے ہیں۔ تب میں نے حاکم کو کہا کہ اے حاکم! یقیناً خدا تعالے ہے اور اسی خدا نے میرا خلیفہ کو بتلا دیا ہوا ہے کہ میں قید میں ہوں اور انہوں نے تار کے ذریعہ آپ سے میری جستجو کی ہے مگر اسنے پہلے دو تین بار انکار کیا آخر میرے اصرار کو دیکھکر اور یہ دیکھکر کہ بڑے وثوق اور یقین سے یہ کلام کرتا ہے وہ مسکرا دیا اور کہا کہ ہاں انہوں نے تیرے بارے میں ہمکو خبر دی ہے۔ پھر اسنے دوسرا سوال مجھ سے یہ کیا کہ پہلا حاکم جسنے تاشقند آتے ہی تیرا دو دفعہ بیان لیا تھا کیسا تھا؟ میں نے کہا کہ وہ بہت ہی منصف اور رحمدل تھا مگر اسکے بعد جو دوسرا حاکم آیا اسکی ایک وقت تک توجہ میرے بیان کی طرف رہی مگر اسکے بعد ایک شخص مسمی عبد القادر نے جو حکومت ہی کا آدمی تھا میرے کمرے میں ایک ماہ رہکر یہ خبر دی کہ میں جاسوس ہوں اسکے بعد سرکاری وکیل کو بھی مجھپر بہت سا شک ہوا اور میرا مخالف ہو گیا۔ پھر اسنے سوال کیا کہ اچھا یہ بتلا کہ تیرا خلیفہ زیادہ عالم ہے یا تو؟ میں نے کہا وہ بہت ہی بڑا اور بزرگ انسان ہے میں ایک بچہ ہوں مگر وہ باغ ہے

میں ایک قطرہ ہوں اور وہ سمندر۔ بلکہ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ مجھے ان سے کچھ نسبت ہی نہیں۔
ع بخے گرد دبیاں آں وصف از تقریر کوتاہم ۔ تیسرا سوال اسنے یہ کیا کہ تو کیا کام کرتا ہے؟ مینے کہا میں ایک مذہبی آدمی ہوں ہاں وہ شخص جسکو مینے مانا ہے اسنے چونکہ ہمکو خدا کا پتہ دیا ہے اور اسکی محبت کی مئے پلائی اور دلوں میں الفت ڈالی اسلئے ہم کچھ بھی ہو خدا کے نام کو اور اسکے دین کو کسی صورت میں بھی ترک نہیں کر سکتے اور یہی ہمارا کام ہے۔ پھر اسنے مجھ سے یہ دریافت کیا کہ جب تو ہسپتال میں گیا تھا تو تجھکو ڈاکٹر نے کس طرح دوائی پلائی تھی؟ مینے اسکو اسی طرح جو مجھ پر گذرا تھا بتلا دیا اور کہا کہ ڈاکٹر نے میرا بیان لینے کے بعد یہی فیصلہ کیا کہ میں پاگل نہیں بلکہ صحیح الدماغ ہوں لیکن یہ ضرور ہوا کہ وہ حاکم جو میرے مخالف تھے اسکے بھی مخالف ہو گئے۔ اسکے بعد حاکم نے کہا کہ ہم تمھیں اب دو سال کیلئے ہسپتال میں بھیج دیتے ہیں جسپر مینے گھبرا کر کہا کہ آپ ایسا نہ کریں۔ کیونکہ وہاں مجھکو دو تین بار زہر دینے کی کوشش کی جا چکی ہے۔ بعد ازاں اسنے میری جگہ کا نام پوچھا اور میرے بھائیوں کے نام پوچھے اور ان کو کاغذ پر لکھ لیا۔ اور پھر اسنے ایک روسی زبان میں لکھا ہوا کاغذ اور میرا فوٹو دکھلایا اور کہا کہ تیرے بھائی کا (جنکا نام محمد حسین ہے) بڑے حاکم تاشقند کے نام قید خانہ میں خط آیا ہے اور اسنے تیرا فوٹو بھی بھیجا ہے۔ آج تورات کو آرام سے سو کل تم سے کچھ اور بھی پوچھا جائیگا۔

بات در اصل یہ تھی کہ سب سے بڑے حاکم نے (جس کا نام بیلیکی تھا اور جو کہ میرا بہت ہی خیر خواہ تھا) میرے بھائی کے نام سے ایک خط روسی زبان میں مشہد سے لکھا ہوا منگوایا تھا جس کے ساتھ فوٹو بھی دیا کیونکہ وہ حاکم جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں بوجہ ہمدرد ہونے کے دل سے چاہتا تھا کہ میں رہا ہو جاؤں۔ یہ خط لکھوا کر اسنے ماتحت حاکموں کو بھیجدیا تاکہ وہ ان کو اس خط کے ذریعہ یہ بتلائے کہ تم اسکے متعلق جو یہ خیال کرتے ہو کہ یہ انگریزوں کا جاسوس ہے یہ درست نہیں کیونکہ یہ تو صرف مشنری اور مبلغ ہے اور اس طرح نہ ہی یہ ترکوں کی طرف سے جاسوس ہو کر آیا ہے۔ مگر اسپر بھی انہوں نے سوال کیا کہ اس کا بھائی تو ہندوستان سے خط لکھ رہا ہے پھر اسنے روسی زبان میں اس کو کیسے خط لکھدیا۔ دوسرا یہ کہ اسکو علم کس طرح ہو گیا کہ یہ قید ہے۔ اور مجھے بھی اس خط کی حقیقت معلوم نہ تھی مگر حاکم نے ترجمان کی وساطت سے مجھے جتلا دیا تھا کہ یہ خط محض تیری رہائی کے لئے لکھوایا گیا ہے اور ترجمان نے یہ بھی کہا کہ فکر نہ کر بڑا حاکم اب تیری طرف مائل ہے اور اس طرح وہ (ترجمان) مختلف رنگ میں میری دلدہی اور تسلی کرتا رہتا تھا۔ اسکے بعد مینے نئے حاکم کو ترجمان کے ذریعہ کہا کہ اے حاکم! وہ شخص جس کا میں ماننے والا ہوں۔ جو پہلے مسیح کی طرح دنیا میں اسلئے آیا ہے کہ تا لوگوں کو آنکھیں اور کان عطا کرے جس سے

کہ وہ دیکھیں اور سنیں اسلئے آج سے کئی سال پہلے آپکے ملک کی طرف دیکھا اور زار روس کے مظالم کو (جس کو آپنے چند سال ہوئے کہ قتل کر دیا ہے) اپنی روحانی آنکھ سے دیکھا جبکہ وہ با جبروت شہنشاہ تھا اور ہر طرح کی قوت واقتدار رکھتا تھا وہ اپنی پوری شوکت میں تھا اور اسوقت کسی کو یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کسی وقت تخت حکومت سے معزول ہو کر نہایت ذلت سے مارا جائیگا اور دوسروں کیلئے باعث عبرت ہوگا۔ میں ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ترک ترجمان جو احمدی ہو چکا تھا خوشی کے مارے بے اختیار کرسی سے اٹھ بیٹھا اور اسنے میز پر سے کاغذ اور قلم دیکر کہا کہ اسے لکھدو۔ حاکم نے دریافت کیا کہ اسنے کیا کہا ہے؟ اسنے کہا ذرہ صبر کریں میں آپکو بتلائے دیتا ہوں چنانچہ اسنے اسی طرح میرے الفاظ کا ترجمہ کر کے حاکم کو سنایا۔ مینے دیکھا کہ اسکے چہرہ پر بھی اسکا بہت گہرا اثر پڑا ہے۔ اسکے بعد وہ اشعار سنائے کہ جن میں حضرت اقدس نے زار کی تباہی اور جنگ یورپ کی پیشگوئی فرمائی تھی ؎

اک نشاں ہے آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد + جس سے گردش کھائینگے دیہات و شہر اور مرغزار

یہ سب سناتے ہوئے آخر میں یہ شعر سنایا کہ ؎

مضمحل ہو جائینگے اس خوف سے سب انس و جن + **زار** بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

اسنے پوچھا کہ یہ کس کتاب میں شائع ہوئے اور کونسے سنہ میں یہ خبر دی گئی تھی؟ جسپر مینے ان کو سب کچھ بتلا دیا اور ساتھ ہی کہا کہ وہ کتب جس میں اسنے یہ خبر دی ہے وہ اپنے ساتھ بھی لایا ہوا ہوں جو اسوقت آپ کی تحویل میں ہیں۔ نیز ہماری بہت سی کتب بخارا میں بھی ہیں آپ وہاں سے دریافت کر سکتے ہیں۔

چونکہ زار روس کے قتل ہونے پر روس میں دو گروہ ہو گئے تھے ایک بالشویک جنہوں نے زار کو قتل کیا۔ دوسرا منشویک جو زار کے طرفدار تھے اور بعد میں بالشویکوں کے ذریعہ قتل ہوئے یا ملک بدر کر دیئے گئے تھے پس بالشویک ایسی آواز کو جو ان کے پروپیگنڈا کے مطابق و موافق ہوں اسے بڑی خوشی سے سنتے تھے اور جو ایسی بات کہتا اُسے اپنا خیر خواہ خیال کرتے تھے۔

اسکے بعد جب میرا بیان ختم ہو گیا تو مینے اسے نہائت ادب سے کہا کہ آپ مجھپر مہربانی کریں اور میرے کپڑوں اور چیزوں کی تلاشی لے لیں۔ تاکہ آپ کو علم ہو جائے کہ میرے پاس کوئی مشکوک خط نہیں مگر اسنے کہا کہ تو آرام کر اور راحت کی نیند سو۔ اگر تیرے خلاف حاکم بھی کہیگا تو میں اس کی بات رد کر دونگا اور تیرا اعتبار کرونگا۔

بعد ازاں اسنے مجھے ایک روسی حاکم اور ترک ترجمان کے ساتھ میرے کمرہ میں بھیجدیا۔ خدا کی قدرت کے عجیب مشاہدے مینے تاشقند کی قید میں کئے۔

قیدخانہ میں میرے مخالف حاکموں کے پہلے سکھلائے ہوئے جو روسی قیدی مجھے تنگ
اور اس تاک میں رہتے تھے کہ جعلی خط میرے کپڑوں میں رکھکر اسے پھانسا جائے وہ جب
میرے خلاف ایکدوسرے سے روسی زبان میں گفتگو کرتے تو میں کچھ نہ کچھ سمجھ لیتا حالانکہ
وہ یہی جانتے تھے کہ یہ روسی زبان سے قطعی ناواقف ہے۔ اور اس طرح ان کی شرارتوں
اور منصوبوں سے مجھے کبھی کبھی اطلاع ہو جاتی۔ نہ صرف یہی کہ میں ان کی خباثتوں سے آگاہ
ہو جاتا بلکہ جو سپاہی سارجنٹ اور افسر میرے موافق تھے وہ ان شریروں کو پتہ دیئے بغیر
اعلےٰ حاکم اور اس نئے حاکم کے پاس رپورٹ کر دیتے کہ یہ لوگ اس قسم کے شریر ہیں۔ جسپر
بعض کے لئے تو آزادی کا حکم ہو جاتا اور بعض کے لئے کمرہ کی تبدیلی کا آرڈر اور بعض کو کسی
دوسرے قیدخانہ میں منتقل کرنے کے لئے احکام جاری ہو جاتے اور اس طرح میں ان شریروں
سے محفوظ ہو جاتا۔ اور ایسا ایک بار نہیں کئی بار ہوا۔ اور میں نے دیکھا کہ جب بھی اس قسم کے
شریروں نے مجھپر زبان سے گالیاں نکالیں یا مارا تو وہ چند ہی دن کے بعد یا چھوڑ دیئے گئے یا
دوسرے کمروں میں بدل دئے گئے یا کسی اور ہی جیل میں بھیجدیئے گئے۔ ایک دفعہ میں نے ایک سپاہی
کو دیکھا جو اپنی باری کے وقت میرا دروازہ کھول کر اندر گھس آیا اور بغیر کسی وجہ کے مجھ پر سختی
کرنے لگا۔ لیکن اسیوقت ایک دوسرے سپاہی نے جو کہ میرا ہمدرد تھا دیکھ لیا۔ اور بعد ازاں
میں نے دیکھا کہ مجھپر تشدد کرنیوالا سپاہی وہاں سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح اس بڑے
حاکم نے اپنے ایک دو آدمیوں کو اچھی طرح سمجھا بجھا کر میرے کمرے میں بھیجا کہ وہ میرے متعلق
اچھی رائے دیں۔ اور ساتھ ہی اسکے اس نے مخالفین کو پتہ نہ لگنے دیا۔ اور ان کی اچھی رائے
لیکر میرے حق میں اچھا فیصلہ کیا۔

اسی طرح کئی بار جبکہ میں ٹہلنے کے لئے باہر صحن میں نکلتا تو وہ اوپر کے کمروں میں دوسرے
حاکموں کو کھڑا کرکے میری حرکات و سکنات اور چال ڈھال دکھلا کر کوشش کرتا کہ ان کی
رائے بھی میرے متعلق اچھی ہو جائے۔ چنانچہ مجھے ایک دفعہ کا واقعہ خوب یاد ہے کہ میں ایکدن
صحن میں نہائیت ہی آہستہ چہل قدمی کر رہا تھا۔ اور اس وقت میں نے ایک لمبی چادر اوڑھی ہوئی
تھی۔ اوپر تو حاکم مجھے دیکھ رہے تھے اور نیچے کے کمروں میں تاشقند کے ترک اور بخارا کے عالم
بڑے غور اور توجہ سے میری طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھ رہے تھے اس وقت میں ٹہلتا ہوا کچھ ذکر الٰہی کر رہا
تھا اور خدا سے دعا مانگتا تھا کہ اے اللہ پاک! تو اس جگہ احمدیت کو اعلیٰ طور سے پھیلا تا کہ

تیرے وعدے پورے ہوں اسوقت میرے کرد یکھنے والوں کی عجیب کیفیت تھی۔ادہر کھڑے ہوئے حاکم تودیکھ دیکھ کر آہستہ آہستہ پوپ پوپ کہہ رہے تھے تو بخارا کے عالم اور تاشقند کے تُرک سبحان اللہ۔سبحان اللہ۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔کہہ رہے تھے۔اور دعا کے لئے کہتے۔میں سچ کہتا ہوں وہ لوگ (مسلمان علماء) میری طرف ایسے مائل ہو گئے تھے کہ گویا وہ پیاسے ہیں جو چشمہ کی طرف بھاگنا چاہتے ہیں۔اوران کا اخلاص یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ وہ مجھے شیخ کہتے تھے اور شیخ اس ملک میں اس شخص کو ہی کہا جاتا ہے جو مرشد ہو اور لوگوں سے بیعت لے۔ باوجود یکہ وہ حکومت کے ارکان کو میرے خلاف دیکھتے تھے۔ اوران سازشوں سے بھی واقف تھے جو میرے خلاف ہو رہی تھیں۔مگر پھر بھی ان کے اخلاص میں کمی نہ آئی اور وہ جب بھی ملتے۔ادب اور احترام کے ساتھ ملتے اوراس کی ذرہ بھر پرواہ نہ کرتے کہ اس سے اخلاص ومحبت ظاہر کرنے پر مخالف حاکم ان کو بھی گزند پہنچا ئینگے۔یہ خدا کی قدرت اور اسی کی کرشمہ سازی تھی کہ ان لوگوں کے دل میں میری قبولیت اوراحترام پیدا کر دیا۔ہاں ہاں یہ محض اسی کا فضل اوراحسان تھا کہ وہ علمائے بخارا کی اتنی بڑی تعداد (جو کہ بخارا کے دل اور جان تھے) اسلئے قید میں لایا کہ وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام اور دعوٰی سے آگاہ ہوں۔جن میں سے وہ بخارائی عالم جو میرے کمرے میں رہتا تھا احمدی بھی ہو گیا۔کس قدر عجیب بات ہے، اوراس سے خدا کی کیسی شان ظاہر ہوتی ہے کہ میرے مخالف جس بات سے ڈرتے تھے اور دن رات اسی کوشش میں رہتے تھے کہ اس کے خیالات اندر ہی اندر کہیں لوگوں میں نہ پھیل جائیں۔وہ باوجود حد درجہ کی مخالفت اور رکاوٹوں کے پھیلے اور بڑی شدومد سے پھیلے اور ممکن تھا اگر میں جیل سے باہر تبلیغ کرتا تو اس قدر کامیابی نہ ہوتی مگر یہ محض اللہ تعالےٰ کا فضل اوراحسان تھا کہ اسنے قیدخانہ کی تنگ وتار کوٹھڑیوں میں بھی اس عاجز کے ذریعہ احمدیت کی روشنی پھیلا دی اور جو آیا وہ اس سے روشن ہؤا فالحمد للہ رب العٰلمین

اسکے بعد میں تاشقند سے اگست ۱۹۲۵ء کو روس کے دارالخلافہ ماسکو میں لیجایا گیا۔جہاں کے حالات انشاء اللہ تعالےٰ دوسرے حصہ میں تحریر کرونگا۔

خاکسار ظہور حسین مولوی فاضل